مؤولۃ کما فی رد المحتار عن الحلیۃ عن المنیۃ وغیرہا فاذن لایبقی الا ان نقول ان لا نقد رعلی مثل ما فعل ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما تلک المرۃ فضلا عن فعل صاحب الاعجاز الجلیل المروی مرار الجمع الجزیل بالماء القلیل علیہ من ربہ اعلی صلاۃ واکمل تبجیل واقرب منہ واغرب منہ ما وقع فی سنن سعید بن منصور عن الامام الاجل ابرٰھیم النخعی رضی اللہ تعالی عنہ قال لم یکونوا یلطموا وجوھھم بالماء وکانوا اشد استبقاء للماء منکم فی الوضوء وکانوا یرون ان ربع المد یجزئ من الوضوء وکانوا اصدق ورعا واسخی نفسا واصدق عند الباس **اقول** فلا ادری کیف اجتزؤا بربع ماجعلہ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مجزئا بل لا یظن بھم انھم قنعوا بالفرائض دون السنن فاذن یکفی لغسل الیدین الی الرسغین وللمضمضۃ والاستنشاق وغسل الوجہ والیدین الی المرفقین والرجلین الی الکعبین کل مرۃ سدس رطل من الماء وھذا مما لا یعقل ولا یقبل الا بمعجزۃ نبی او کرامۃ ولی صلی اللہ تعالی علی الانبیاء والاولیاء وسلم **فان قلت** ما یدریک لعل المراد بالمد المد العمری المساوی لصاع النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الا ربعا فیکون ربع المد ثلثۃ ارباع المد النبوی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم **قلت** کلا فان ابرٰھیم سبق خلافۃ عمر ھذا رضی اللہ تعالی عنہما مات سنۃ خمس او ست وتسعین وامیر المؤمنین فی رجب سنۃ احدی ومائۃ وخلافتہ سنتان ونصف رضی اللہ تعالی عنہ واللہ تعالی اعلم

امر پنجم ۵ طہارت میں بے سبب پانی زیادہ خرچ کرنا کیا حکم رکھتا ہے **اقول** ملاحظہ کلمات علما سے اسمیں چار قول معلوم ہوتے ہیں اور میں توہی تردد ہیں اور فضل الٰہی سے امید ہے کہ بعد تحقیق وحصول توفیق اختلاف بھی نہ رہے وباللہ التوفیق (۱) مطلقا حرام وناجائز ہے حتی کہ اگر نہر جاری میں وضو کرے یا نہائے اوسوقت بھی بلا وجہ صرف گناہ وناروا ہے یہ قول بعض شافعیہ کا ہے جسے خود شیخ مذہب شافعی سیدنا امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں نقل فرماکر ضعیف کردیا اور وسیط ودیگر محققین شافعیہ نے اوسکی تضعیف کی (۲) مکروہ ہے اگرچہ نہر جاری پر ہو اور کراہت صرف تنزیہی ہے اگرچہ گھر میں ہو یعنی گناہ نہیں صرف خلاف سنت ہے حلیہ وبحر الرائق میں اسی کو اوجہ اور امام نووی نے اظہر اور بعض دیگر ائمہ شافعیہ نے صحیح کہا اور حکم آب جاری کو عام ہونے سے قطع نظر کریں تو کلام امام شمس الائمہ حلوانی وامام فقیہ النفس سے بھی اوسکا استفادہ ہوتا ہے ہاں شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں عموم کیطرف صاف اشارہ کیا اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں فرمایا اجمع العلماء علی النھی عن الاسراف فی الماء ولو کان علی شاطئ البحر والاظھر انہ مکروہ کراھۃ تنزیہ وقال بعض اصحابنا الاسراف حرام منیۃ وحلیہ میں فرمایا ھو ای یسرف الماء شر ای لایستعمل منہ فوق الحاجۃ الشرعیۃ ھو وان کان علی شط نھر جار ذکر شمس الائمۃ الحلوانی انہ سنۃ وعلیہ مشی قاضی خان وھو اوجہ کما ھو غیر خاف فالاسراف یکون مکروھا کراھۃ تنزیہ وقد صرح النووی انہ الاظھر

ف۱: تاریخ وفات امام ابراہیم نخعی وامیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالی عنہما

ف۲: مسئلہ: وضو وغسل میں بے ضرورت پانی زیادہ خرچ کرنا کیسا ہے اس بارہ میں چار قول اور مصنف کی تحقیق

حکی حرمۃ الاسراف عن بعض اھل مذھبہ وعبارۃ بعض المتأخرین منھم والزیادۃ فی الغسل علی الثلث مکروہ علی الصحیح وقیل حرام وقیل خلاف الاولی بحرالرائق میں ہے الاسراف ھو الاستعمال فوق الحاجۃ الشرعیۃ وان کان علی شط نھر وقد ذکر قاضی خان ترکہ من السنن ولعلہ الاوجہ فیکون مکروھا تنزیھا (۳) مطلقاً مکروہ تک نہیں نہ تحریمی نہ تنزیہی صرف ایک ادب وامر مستحب کے خلاف ہے بدائع امام ملک العلماء ابوبکر مسعود و فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق و منیۃ المصلی وغیرہا میں ترک اسراف کو صرف آداب و مستحبات سے شمار کیا سنت تک نہ کہا اور مستحب کا ترک مکروہ نہیں ہوتا بلکہ سنت کا۔ حلیہ میں ہے قال فی البدائع والادب فیما بین الاسراف والتقتیر اذ الحق بین الغلو والتقصیر قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خیر الامور اوسطھا انتھی وذکر الحلوانی انہ سنۃ فعلی الاول یکون الاسراف غیر مکروہ وعلی الثانی کراھۃ تنزیہ۔ بحر میں ہے فی فتح القدیر ان المندوبات نیف وعشرون ترک الاسراف والتقتیر وکلام الناس الخ فعلی کونہ مندوبا لایکون الاسراف مکروھا وعلی کونہ سنۃ یکون مکروھا تنزیھا۔ غنیہ میں ہے (و) من الاداب (ان لایسرف فی الماء) کان ینبغی ان یعدہ فی المناھی لان ترک الادب لاباس بہ اقول ف۱ ظاہر ہے کہ ترک اسراف کا صرف ایک ادب ہونا اصل مذہب ظاہر الروایۃ ونص صریح محرر المذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے امام بخاری نے خلاصہ فصل ثالث فی الوضوء میں ایک جنس سنن آداب وضو میں وضع کی اور اس میں فرمایا اما سنن الوضوء فنقول من السنۃ غسل الیدین الی الرسغین ثلثا الخ پھر سنتیں گنا کر فرمایا واما اداب الوضوء فی الاصل من الادب ان لایسرف فی الماء ولایقتر ویشرب فضل وضوئہ او بعضہ قائما او قاعدا مستقبل القبلۃ الخ اسی کا بدائع و فتح القدیر و منیہ و خلاصہ و ہندیہ وغیرہا میں اتباع کیا اور اس سے زائد کس کا اتباع تھا تو اس پر مواخذہ محض بےمحل ہے واللہ الموفق (۴) نہر جاری میں اسراف جائز کہ پانی ضائع نہ جائیگا اور اس کے غیر میں مکروہ تحریمی۔ مدقق علائی نے در مختار میں اسی کو مختار رکھا علامہ مدقق عمر بن نجیم نے نہر الفائق میں کراہت تحریم ہی کو ظاہر کہا اور یہی امام قاضی خان و امام شمس الائمہ حلوانی وغیرہما اکابر کا مفاد کلام قرار دیا کہ ترک اسراف کو سنت کہنے سے ان کی مراد سنت مؤکدہ ہے اور سنت مؤکدہ کا ترک مکروہ تحریمی نیز مقتضائے کلام امام زیلعی کہ مطلق مکروہ سے غالباً مکروہ تحریمی مراد ہوتا ہے۔ اور بحر الرائق میں اسے قضیۂ کلام منتقی بتایا کہ اس میں اسراف کو منہیات سے شمار فرمایا اور منہی عنہ کم از کم مکروہ تحریمی ہے اقول اور یہی عبارت آئندہ جواہر الفتاوی سے مستفاد لفحوٰیھا اذ ف۲ المفاھیم معتبرۃ فی الکتب کما فی الدر والغمز والشامی وغیرھا ولقضیۃ دلیلھا ایضا کما لایخفی شرح تنویر میں ہے بل فی القھستانی معزیا للجواھر الاسراف فی الماء الجاری جائز لانہ غیر مضیع فتامل پھر فرمایا مکروھہ الاسراف فیہ تحریما لو بماء النھر والمملوک لہ اما الموقوف علی من یتطھر بہ ومنہ ماء المدارس فحرام بحر میں ہے صرح الزیلعی بکراھتہ وفی المنتقی انہ من المنھیات فتکون تحریمیۃ منحۃ الخالق میں نہر سے

ف۱: تطفل ۱۸۱ علی الغنیۃ

ف۲: المفاھیم معتبرۃ فی الکتب بالاتفاق

الظاهر انه مکروہ تحریما اذ اطلاق الکراهة مصروف الی التحریم فما فی المنتقی سہو الخ لما فی السراج والمراد بالسنة المؤکدة لاطلاق النهی عن الاسراف وبه یضعف جعله مندوبا اب بتوفیق اللہ تعالٰی بیان تحقیق مقام وتنقیح مرام وتصحیح احکام ونقض وابرام کے لیے بعض تنبیہات نافعہ ذکر کریں۔

التنبیه الاول عرض العلامة الشامی نور قبرہ السامی بالمحقق صاحب البحر انه تبع قولا لیس لاحد من اهل المذهب حیث قال قوله تحریما الخ نقل ذلک فی الحلیة عن بعض المتاخرین من الشافعیة وتبعه علیه فی البحر وغیرہ الخ **اقول** لم یتبعه البحر بل استوجه کراهة التنزیه ثم نقل عن الزیلعی کراهته وعن المنتقی النفی عنه وافاد ان مقتضاه کراهة التحریم وهذا لیس اختیارا له بل اخبار عما یعطیه کلام المنتقی کما اخبر اولا ان قضیة عد الفتح ترکه من المندوبات عدم کراهته اصلا فلیس فیه میل الیه فضلا عن الاتباع علیه ولا سیما لیس فی کلامه التنصیص بجریان الحکم فی الماء الجاری والاطلاق لا یسع هٰهنا مسن الافصاح بالتعمیم للفرق البین بالتضییع وعدمه فکیف یجعل متابعا للقول الاول وعن هذا ذکرنا کلا من قضیة کلامه المنع فی القول الرابع دون الاول اذ لا ینسب الا الی من یفصح بشمول الحکم النهر ایضا نعم تبعه علیه فی الغنیة اذ قال الاسراف مکروہ بل حرام وان کان علی شط نهر جار لقوله تعالٰی ولا تبذر تبذیرا اھ

التنبیه (۲) کان عرض علی البحر اتی بالتصریح علی الدر فقال ما ذکرہ الشارح هنا قد علمت انه لیس من کلام مشائخ المذهب اھ **اقول** والدر ایضا صفی عن هذا الکدر کما ستکون وانما اغتر المحشی العلامة بقوله لو بماء النهر ولم یفرق بین تعبیری التوضی من النهر وبماء النهر ورأیتنی کتبت هٰهنا علی الدر قوله لو بماء النهر **اقول** ای فی الارض لا فی النهر واراد تعمیم الماء المباح والمملوک اخراجا للماء الموقوف فلا ینافی ما قدمه عن القهستانی عن الجواهر اھ ما کتبت علیه ومما اکد الاشتباه علی العلامة المحشی ان المحقق الحلبی فی الحلیة نقل مسألة الماء الموقوف وماء المدارس عن عبارة الشافعی المتأخر فتمامها بعد قوله مکروہ علی الصحیح وقیل حرام وقیل خلاف الاولٰی ومحل الخلاف ما اذا توضأ من نهر او ماء مملوک له فان توضأ من ماء موقوف حرمت الزیادة والسرف بلا خلاف لان الزیادة غیر ماذون فیها وماء المدارس من هذا القبیل لانه انما یوقف ویساق لمن یتوضؤ الوضوء الشرعی ولم یقصد اباحتها لغیرہ ذلک اھ ثم رأی المسألتین فی عبارتی البحر والدر ورأی الحکم فیهما بکراهة التحریم فسبق الی خاطرہ انهما تبعا قیل التحریم العام ولیس کذلک فان حرمة الاسراف فی الاوقاف مجمع علیها وقد غیرا فی التعبیر بما یبرئهما عن تعمیم التحریم فلم یقولا توضأ من نهر بل قال البحر هذا اذا کان ماء نهر وقال الدر لو بماء النهر والفرق فی التعبیرین لا یخفی علی المتأمل وبیان ذلک علی ما **اقول** ان التوضؤ من النهر وان لم یدل مطابقة الا علی التوضی بالاغتراف منه

لکن یدل عرفا علی نفی الواسطۃ فمن ملأ کوزا من نھر واغترف عند التوضی من الکوز لا یقال توضأ من النھر بل من الکوز الا علی ارادۃ تجوز ای بماء ماخوذ من النھر والتوضی من نھر بلا واسطۃ انما یکون فی متعارف الناس بان تدخل النھر او تجلس علی شاطئہ و تغترف منہ بیدک و تتوضأ فیہ فوقوع الغسالۃ فی النھر ھو الطریق المعروف للتوضی من النھر فیدل علیہ دلالۃ التزام للعرف المعھود بخلاف التوضی بماء النھر فلا دلالۃ لہ علی وقوع الغسالۃ فی شیئ اصلا الا تری ان من توضأ فی بیتہ بماء جلب من النھر تقول توضأ بماء النھر لا من النھر ھذا ھو العرف الفاشی والفرق فی الاسراف بین الماء الجاری وغیرہ بانہ تضییع فی غیرہ لا فیہ انما یبتنی علی وقوع الغسالۃ فیہ ولا مدخل فیہ للاغتراف فمن ملأ جرۃ من نھر و سکبھا علی الارض من دون نفع فقد ضیع وان افرغ جرۃ عندہ فی نھر لم یضیع والدال علی ھذا المبنی ھو لفظ من نھر لا لفظ بماء النھر کما علمت ففی الاول تکون دلالۃ علی تعمیم التحریم لا فی الثانی ھذا ھو الفارق بین تعبیر ذلک الشافعی و تعبیر البحر والدر وحینئذ یجد الدر معہ الجواھر والمنتقی والنھر وغیرھا فلا یکون متبعا القیل فی غیر المذھب **اقول**[۵۴] بتحقیقنا ھذا ظھر الجواب عما اخذ بہ الامام المحقق الحلبی فی الحلیۃ علی المشایخ حیث یطلقون ھھنا من مکان فی یقولون توضأ من حوض من نھر من کذا و یریدون وقوع الغسالۃ فیہ قال فی المنیۃ اذا کان الرجال صفوفا یتوضؤن من الحوض الکبیر جاز قال فی الحلیۃ التوضی منہ لا یستلزم البتۃ وقوع الغسالۃ فیہ بخلاف التوضی فیہ و وقوع غسالاتھم فیہ ھو مقصود الافادۃ واطال فی ذلک وکررہ فی مواضع من کتابہ وھو من باب التدنق والمشایخ یتساھلون باکثر من ھذا فکیف وھو المفاد من جھۃ المعتاد

فائدہ: تطفل علی الحلیہ

تنبیہ (۳) علامہ عمر بن نجیم نے نہر الفائق میں قول سوم کو دوم کی طرف راجع کیا اور اپنے شیخ اکرم و اخ اعظم محقق زین رحمہما اللہ تعالٰی کی تقریر پر یہ جواب دیا کہ ترک اسراف کو ادب یا مستحب گننا اسے مقتضی نہیں کہ اسراف مکروہ تنزیہی بھی نہ ہو کہ آخر خلاف مستحب ہے اور خلاف مستحب خلاف اولٰی اور خلاف اولٰی مکروہ تنزیہی

مکروہ تنزیہی کی تحدید میں علما کا اختلاف اور عبارات میں اضطراب

قال فی المنحۃ قال فی النھر لا نسلم ان ترک المندوب غیر مکروہ تنزیھا لما فی فتح القدیر من الجنائز والشھادات ان مرجع کراھۃ التنزیہ خلاف الاولی ولا شک ان تارک المندوبات بخلاف الاولی اھ یہی جواب کلام بدائع پر محقق حلبی کی تقریر سے ہوگا۔ علامہ شامی نے یہاں اسے مقرر رکھا اور رد المحتار میں صراحۃً اس کا اتباع کیا حیث قال ما مشی علیہ فی الفتح والبدائع وغیرھما جعل ترکہ مندوبا فیکرہ تنزیھا اھ **اقول**[۵۵] وباللہ استعین **اولا** یہ معلوم کیجئے کہ مکروہ تنزیہی کی تحدید میں کلمات علما مختلف بھی ہیں اور مضطرب بھی فتح القدیر کی طرح نہ ایک کتاب بلکہ بکثرت کتب میں ہے کہ کراہت تنزیہ کا مرجع خلاف اولٰی ہے اس طور پر ہر مستحب کا ترک بھی مکروہ تنزیہی ہونا چاہیے در مختار آخر مکروہات نماز میں ہے یکرہ ترک کل سنۃ و مستحب اور بہت محققین کراہت کے لیے دلیل خاص یا صیغۂ نہی کی حاجت جانتے ہیں یعنی جبکہ فعل سے باز رہنے کی

طلب غیر حتمی پر دال ہو **اقول** ولو قطعی الثبوت فان المدار علی ما ذکرنا من حال الطلب کما قدمنا تحقیقہ
فی الجود الحلو وان قال فی الحلیۃ من صدر الکتاب المنھی خلاف المامور فان کان النھی المتعلق بہ قطعی الثبوت
والدلالۃ فحرام وان کان ظنی الثبوت دون الدلالۃ او بالعکس فمکروہ تحریما وان کان ظنی الثبوت والدلالۃ فمکروہ تنزیھا اھ و
شک نہیں کہ اس تقدیر پر ترک مستحب مکروہ نہ ہوگا مجمع الانہر باب الاذان میں ہے لاکراھۃ فی ترک المندوب اضطراب کہ جن صاحب فتح قدس سرہ نے جابجا تصریح
فرمائی کہ خلاف اولٰی مکروہ تنزیہی ہے اوقات مکروہہ نماز میں فرمایا کہ جانب ترک میں مکروہ تنزیہی جانب فعل میں مندوب کے رتبہ میں
ہے حیث قال التحریم فی مقابلۃ الفرض فی الرتبۃ وکراھۃ التحریم فی رتبۃ الواجب والتنزیہ برتبۃ المندوب
انہیں نے تحریر الاصول میں تحریر فرمایا کہ مکروہ تنزیہی وہ ہے جس میں صیغہ نہی وارد ہوا اور جس میں نہی نہیں وہ خلاف اولٰی ہے اور کراہت
تنزیہ کا مرجع خلاف اولٰی کی طرف ہونا ایک اطلاق موسع کی بنا پر ہے حیث قال فی الباب الاول من المقالۃ الثانیۃ من التحریر مسألۃ
اطلاق المامور بہ علی المندوب ما نصہ المکروہ منھی اصطلاحا حقیقۃ مجاز لغۃ والمراد تنزیھا ویطلق علی الحرام وخلاف
الاولٰی مما لا صیغۃ فیہ والا فالتنزیھیۃ مرجعھا الیہ جس حلیہ میں وہ فرمایا کہ علی الاول یکون الاسراف غیر مکروہ
اوسی کے صدر میں ہے المکروہ تنزیھا مرجعہ الی خلاف الاولٰی والظاھر انھما متساویان جس غنیہ کے اوقات میں
باتباع فتح تصحیح فرمائی کہ التنزیھیۃ مقابلۃ المندوب اوسی کے مکروہات صلاۃ میں فرمایا الفعل ان تضمن ترک واجب
فھو مکروہ کراھۃ تحریم وان تضمن ترک سنۃ فھو مکروہ کراھۃ تنزیہ ولکن تتفاوت فی الشدۃ والقرب من التحریمیۃ
بحسب تاکد السنۃ نیز صدر کتاب میں فرمایا (اعلم ان للصلاۃ سننا) وترکھا یوجب کراھۃ تنزیہ (وادابا) جمع ادب
ولا باس بترکہ ولا کراھۃ (وکراھیۃ) والمراد بھا ما یتضمن ترک سنۃ وھو کراھۃ تنزیہ او ترک واجب وھو کراھۃ التحریم
جس بحر کے اوقات میں تھا التنزیہ فی رتبۃ المندوب اوسی کے باب العیدین میں فرمایا لایلزم من ترک المستحب ثبوت
الکراھۃ اذ لابد لھا من دلیل خاص فلذا کان المختار عدم کراھۃ الاکل قبل الصلاۃ اھ ای صلاۃ الاضحی
اور در بارۂ ترک اسراف اونکا کلام گزرا اوسی کے مکروہات نماز میں ایسی ہی تصریح فرماکر پھر خود اوس پر اشکال وارد کردیا کہ ہر
مستحب خلاف اولٰی ہے اور یہی کراہت تنزیہ کا حاصل حیث قال السنۃ ان کانت غیر مؤکدۃ فترکھا مکروہ تنزیھا وان
کان الشیئ مستحبا او مندوبا ولیس بسنۃ فینبغی ان لا یکون ترکہ مکروھا اصلا کما صرحوا بہ انہ یستحب یوم
الاضحی ان لایاکل قالوا ولو اکل فلیس بمکروہ فلم یلزم من ترک المستحب ثبوت کراھتہ الا انہ یشکل علیہ ما قالوہ
ان المکروہ تنزیھا خلاف الاولٰی ولاشک ان ترک المستحب خلاف الاولٰی اھ اما العلامۃ **الشامی** فاضطراب
اقوالہ ھھنا اکثر واوفر ففی مستحبات الوضوء نقل مسألۃ الاکل یوم الاضحی واستظھر ان ترک المستحب لایکرہ

ف۱: تطفل ۲۸۷ علی الحلیۃ
ف۲: تطفل ۲۸۸ ما علی الفتح
ف۳: تطفل ۲۸۹ علی الحلیۃ
ف۴: تطفل ۲۹۰ علی الغنیۃ
ف۵: تطفل ۲۹۱ علی البحر
ف۶: معروضۃ ۲۹۲ علی العلامۃ ش

حیث قال اقول وھذا ھو الظاھر اذ النوافل فعلہا اولی ولا یقال ترکہا مکروہ اھ ثم بعد صفحۃ رجع وقال قدمنا
ان ترک المندوب مکروہ تنزیہا اھ وقال فی مکروھات الوضوء المکروہ تنزیہا یرادف خلاف الاولی اھ ورجع
اٰخر مکروھات الصلاۃ فقال الظاھر ان خلاف الاولی اعم فقد لا یکون مکروھا حیث لا دلیل خاص کترک صلاۃ
الضحی اھ وقال فی صدرھا قلت ویعرف ایضا بلا دلیل نھی خاص بان تضمن ترک واجب او سنۃ فالاول
مکروہ تحریما والثانی تنزیہا اھ ورجع فی اٰخرھا فقال بعد ما مر وبہ یظھر ان کون ترک المستحب راجعا الی خلاف
الاولی لا یلزم منہ ان یکون مکروھا الا بنھی خاص لان الکراھۃ حکم شرعی فلا بد لہ من دلیل اھ ثم بعد ورقۃ
رجع عن ھذا الرجوع فقال فی مسألۃ استقبال النیرین فی الخلاء الظاھر ان الکراھۃ فیہ تنزیھیۃ مالم یرد نھی خاص
اھ وقال فی المنحۃ عند قول البحر قد صرحوا بان التفات البصر یمنۃ ویسرۃ من غیر تحویل الوجہ اصلا غیر مکروہ
مطلقا والاولی ترکہ لغیر حاجۃ مانصہ ای فیکون مکروھا تنزیہا کما ھو مرجع خلاف الاولی کما مر وبہ صرح فی النھر
وفی الزیلعی وشرح الملتقی للباقانی انہ مباح لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یلاحظ اصحابہ فی صلاتہ بموق
عینیہ ولعل المراد عند عدم الحاجۃ فلا ینافی ماھنا اھ ثم رجع عما قریب فقال خلاف الاولی اعم من المکروہ تنزیہا
وترک المستحب خلاف الاولی دائما والمکروہ تنزیہا دائما بل قد یکون مکروھا ان وجد دلیل الکراھۃ والا فلا اھ
اقول ومن العجب ان البحر کان صرح فی الالتفات بنفی الکراھۃ مطلقا وان الاولی ترکہ لغیر حاجۃ فکان نصا
فی نفی الکراھۃ راسا مع کونہ ترک الاولی فی بعض الصور ففسرہ بضدہ اعنی اثبات الکراھۃ لکونہ ترک الاولی
مع نقلہ عن الزیلعی والباقانی انہ مباح وظاھرہ الاباحۃ الخالصۃ بدلیل الاستدلال بالحدیث فلم یتذکر ھنا ما
ان خلاف الاولی لا یستلزم الکراھۃ مالم یرد نھی۔ بااینہمہ اسمیں شک نہیں کہ فتح القدیر میں محقق علی الاطلاق کی تصریحات
اسی طرف ہیں کہ ترک مستحب بھی مکروہ تنزیہی ہے تو اونکا آداب میں گننا نفی کراہت تنزیہ پر کیونکر دلیل ہو خصوصاً اسی بحث کے
آخر میں وہ صاف صاف کراہت اسراف کی تصریح بھی فرماچکے حیث قال یکرہ الزیادۃ علی ثلث فی غسل الاعضاء اھ اور خود
علامہ صاحب بحر نے بھی اسے اونسے نقل فرمایا تو اوس حمل پر باعث کیا رہا۔ ثانیاً اقول اس سے قطع نظر بھی ہو تو محقق نے
انھیں آداب میں یہ افعال بھی شمار فرمائے نزع خاتم علیہ اسمہ تعالٰی او اسم نبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حال الاستنجاء
وتعاھد ماتحت الخاتم وان لا یلطم وجہہ بالماء والدلک خصوصا فی الشتاء وتجاوز حدود الوجہ والیدین والرجلین
لیستیقن غسلہا اور شک نہیں کہ وقت استنجا اوس انگشتری کا جسپر اللہ عزوجل یا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک یا
کوئی متبرک لفظ ہو اوتار لینا صرف مستحب ہی نہیں قطعاً سنت ہے اور اوسکا ترک ضرور مکروہ بلکہ اساءت ہے بلکہ مطلقا کچھ لکھا ہو

ف۱: معروضۃ ۲۹۳ اخری علیہ
ف۲: معروضۃ ۲۹۴ ثالثۃ علیہ
ف۳: معروضۃ ۲۹۵ رابعۃ علیہ
ف۶: معروضۃ ۲۹۶ خامسۃ علیہ

حروف ہی کا ادب چاہیے بلکہ ایسی انگوٹھی پہن کر بیت الخلا میں جانا ہی مکروہ ہے ولہذا تعویذ لیجانے کی اجازت اوسوقت ہوئی کہ غلاف مثلاً موم جامہ میں ہو اور پھر بھی فرمایا کہ اب بھی بچنا ہی اولٰے ہے اگرچہ غلاف ہونے سے کراہت نہ رہی رد المحتار میں ہے نقلوا عندنا ان للحروف حرمۃ ولو مقطعۃ وذکر بعض القراء ان حروف الہجاء قران نزل علی ہود علیہ الصلٰوۃ والسلام الخ اوسی میں عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی سے ہے حروف الہجاء قران انزلت علی ہود علیہ الصلٰوۃ والسلام کما صرح بذلک الامام القسطلانی فی کتابہ الاشارات فی علم القراءات بحر الرائق میں ہے یکرہ ان یدخل الخلاء ومعہ خاتم مکتوب علیہ اسم اللہ تعالٰی او شیئ من القراٰن در مختار میں ہے رقیۃ فی غلاف متجاف لم یکرہ دخول الخلاء بہا والاحتراز افضل **یونہی** انگشتری ڈھیلی ہو تو اوسے جنبش دینی وضو میں سنت ہے اور تنگ ہو کہ بے تحریک پانی نہ پہنچے گا تو فرض۔ خلاصہ میں ہے فی مجموع النوازل تحریک الخاتم سنۃ ان کان واسعا وفرض ان کان ضیقا بحیث لم یصل الماء تحتہ **یونہی** وضو میں مونھ پر زور سے چھپاکا مارنا مکروہ اور اوسکا ترک مسنون۔ در مختار میں ہے مکروھہ لطم الوجہ او غیرہ بالماء تنزیہا۔ بحر میں ہے ان الزیلعی صرح بان لطم الوجہ بالماء مکروہ فیکون ترکہ سنۃ لا ادبا **یونہی** اعضا کا ملنا بھی مثل غسل سنت وضو بھی ہے در مختار میں ہے ومن السنن الدلک وترک الاسراف وترک لطم الوجہ بالماء خلاصہ فصل جنس آخر صفۃ الوضوء میں ہے والدلک عندنا سنۃ **رہا** اعضا میں حدود شرعیہ سے اتنا تجاوز جس سے یقین ہو جائے کہ حدود فرض کا استیعاب ہو لیا **اقول** اگر یقین سے یقین فقہی مراد ہو جیسا کہ کتب فقہیہ میں وہی متبادر ہے تو یہ ادب و سنت درکنار خود واجب لابدی ہے ہاں یقین کلامی مراد ہو تو ادب کہنا عجب نہیں ھذا وقد نبہ من ھذہ الافعال الاربعۃ علی سنیۃ الاخیرین فی البحر **اقول** والعجب ترک الاولین مع نقلہ ایاھما ایضا عن الفتح فالسکوت یکون اشد ایھاما لما لم یاثرھما ولا شک ان الثانی مثل الرابع الذی استند فیہ البحر الی ان الخلاصۃ جعلہ سنۃ فکذلک نص فیھا علی سنیۃ الثانی ایضا اما الاول فامر الکل واحقہا بالتنبیہ والبحر نفسہ صرح فی الاستنجاء بما سمعت ولکن جل من لا یغیب عن علمہ شیئ قط یہان سے واضح ہوا کہ محقق کا اس عبارت میں ترک اسراف کو شمار فرمانا نفی کراہت پر حاکم نہیں ہو سکتا **اقول** وکان من احسن الاعذار عن المحقق رحمہ اللہ تعالٰی انہ تجوز فاطلق الادب علی ما یعم السنن لکنہ ھھنا قد میز السنن من الاداب کما میز فی الخلاصۃ واخذ علی الکتاب فی جعلہ التیامن واستیعاب الراس بالمسح مستحبین وقال بعد اقامۃ الدلیل فالحق ان الکل سنۃ ومسح الرقبۃ مستحب اھ ثم قال ومن السنن الترتیب بین المضمضۃ والاستنشاق وعد اشیاء ثم قال الاداب ترک الاسراف والتقتیر الخ فسیاق کلامہ رحمہ اللہ تعالٰی ینفی العذر المذکور واللہ تعالٰی اعلم **ثالثاً اقول** عبارت بدائع میں بھی کہہ سکتے ہیں کہ امام ملک العلماء رحمہم اللہ تعالٰی نے ترک اسراف کو صرف ادب ہی

نہ فرمایا بلکہ حق بتایا تو اسراف خلاف حق ہوا باطل ہوا اور اوسکا ادنٰی درجہ کراہت فماذا بعد الحق الا الضلال بلکہ اسراف کو غلو کہا اور دین میں غلو ممنوع لاتغلوا فی دینکم **رابعًا اقول** ان تمام تائیدات کے بعد بھی نہر و ردالمحتار کا مطلب کہ قول سوم کو دوم کی طرف راجع کرنا ہے تمام نہیں ہوتا۔ مانا کہ بدائع و فتح کی عبارات نفی کراہت نہ کریں مانا کہ فتح کی رائے میں ترک ادب بھی مکروہ ہو مگر نص امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کا کیا جواب ہے جسمیں اوسکے ادب ہونیکی تصریح فرمائی اور مستحبات محضہ کے ساتھ اوسکی گنتی آئی اب اگر تحقیق یہ ہے کہ ترک مندوب مکروہ نہیں تو ضرور کلام امام کہ امام کلام ہے نفی کراہت کا اشعار فرمائیگا اس بارہ میں کلمات علما کا اختلاف واضطراب سن چکے وانا **اقول** وباللہ التوفیق اولاً حب کراہت میں تناقض نہیں کہ ایک کا رفع دوسرے کے ثبوت کو مستلزم ہو۔ دیکھو مباح سے دونوں مرتفع ہیں تو ترک مستحب مطلقا مستلزم کراہت کیوں ہوا **ثانیا اقول** اگر ترک مستحب موجب کراہت ہو تو۔۔۔ آدمی جسوقت خالی بیٹھا ہو اور کوئی مطالبہ شرعیہ دسوقت اوسپر لازم نہ ہو لازم کہ اوسوقت لاکھوں مکروہ کا مرتکب ٹھہرے کہ مندوبات بیشمار ہیں اور وہ اوسوقت اون سب کا تارک **ثالثا اقول** کراہت کا لفظ ہی بتا رہا ہے کہ وہ مقابل سنت ہے نہ مقابل مندوب جو بندہ ہو کر بلاوجہ ایسی چیز کا ارتکاب کرے جسے اوسکا مولٰی مکروہ رکھتا ہے وہ کسی ملامت وسرزنش کا بھی مستحق نہ ہو تو مولٰی کے نزدیک مکروہ ہونے کا کیا اثر ہوا اور جب فعل پر سرزنش چاہیے تو اوسکا مرتبہ جانب ترک میں وہی ہوا جو جانب فعل میں سنت کا ہے کہ اوسکے ترک پر ملامت ہے نہ کہ مندوب کا جسکے ترک پر کچھ نہیں۔ ظاہر ہے کہ کراہت کچھ ہے کی مقتضی ہے اور ترک مستحب پر کچھ نہیں اور کچھ نہیں کچھ ہے کے برابر نہیں ہوسکتا **رابعا اقول** وباللہ التوفیق تحقیق بالغ وتنمیق بازغ یہ ہے کہ فعل مطلوب شرعی کا ترک نادرًا ہوگا یا عادۃً اور ہر ایک پر سزا کا استحقاق ہوگا یا سرزنش کا یا کچھ نہیں تو دونوں ترک تین قسم ہوئے اور تین کو تین میں ضرب دیے سے نو قسمیں عقلی پیدا ہوئیں انمیں تین بداہۃً باطل ہیں ترک عادی پر کچھ نہ ہو اور نادر پر عذاب یا عتاب۔ سوم ترک عادی پر عتاب اور نادر پر عقاب اور دو قسمیں شرعًا وجود نہیں رکھتیں ترک عادی پر عقاب یا عتاب اور نادر پر کچھ نہیں۔ کہ شرعًا مستحب کے ترک نادر پر کچھ نہیں تو عادی پر بھی کچھ نہیں اور سنت کے ترک عادی پر عتاب ہے تو نادر پر بھی ہے کہ وہ حکم سنت ہے اور حکم شی کو شی سے انفکاک نہیں اصول امام فخر الاسلام و امام حسام الدین و امام نسفی میں ہے حکم السنۃ ان یطالب المرء باقامتھا من غیر افتراض ولا وجوب لانھا طریقۃ امرنا باحیائھا فیستحق اللائمۃ بترکھا لاجرم چار قسمیں رہیں (۱) ترک عادی ہو یا نادر مطلقا موجب استحقاق عذاب ہو یہ بحال قطعیت فرض ورنہ واجب ہے (۲) عادی پر عذاب اور نادر پر عتاب۔ یہ سنت مؤکدہ ہے کہ اگر نادر پر بھی عذاب ہو تو اوسمیں اور واجب میں فرق نہ رہیگا اور عادی پر بھی عتاب ہی ہو تو اوسمیں اور سنت غیر مؤکدہ میں تفاوت نہ ہوگا حالانکہ وہ اون دونوں میں برزخ ہے (۳) عادی ہو یا نادر مطلقا مورث عتاب ہو یہ سنت زائدہ ہے (۴) مطلقا عذاب عتاب کچھ نہ ہو یہ مستحب مندوب ادب ہے۔ پھر ازانجا کہ فعل و ترک میں تقابل ہے بغرض تعادل واجب ہے کہ ایسی ہی چار قسمیں جانب ترک نکلیں یعنی جسکا ترک مطلوب ہے (۱) اوسکا فعل عادی ہو یا

ف۲۹: تطفل علی النہر و ش

ف۳۰: فائدہ جلیلہ دربارۂ مکروہ تنزیہی و ترک سنت و اساءت و خلاف اولٰی مصنف کی تحقیق نفیس فوائد کثیرہ پر مشتمل اور واجب و سنت مؤکدہ و غیر مؤکدہ کے فرق احکام

نادر مطلقاً موجب استحقاق عذاب ہو یہ بحال قطعیت حرام ورنہ مکروہ تحریمی ہے (۲) فعل عادی پر عذاب و رنادر پر عتاب یہ اسارت ہے جسکی نسبت علما نے تحقیق فرمائی کہ کراہت تنزیہی سے افحش اور تحریمی سے اخف ہے (۳) مطلقاً مورث عتاب ہی ہو یہ کراہت تنزیہی ہے (۴) مطلقاً کچھ نہ ہو یہ خلاف اولی ہے تنویر اس تقریر منیر سے چند جلیل فائدے متجلی ہوئے (۱) سنت مؤکدہ کا ترک مطلقاً گناہ نہیں بلکہ اُسکے ترک کی عادت گناہ ہے (۲) اسارت کے بارے مین اگرچہ کلمات علما مضطرب ہین کوئی اوسے کراہت سے کم کہتا ہے کمافی الدر صدر سنن الصلاۃ وبہ نص الامام عبد العزیز فی الکشف وفی التحقیق کوئی زائد کمافی الشامی عن شرح المنار للزین کوئی مساوی کمافی الطحطاوی ثمہ وفی ادراک الفریضۃ عن الحلبی شارح الدر مگر عند التحقیق اوس کا مقابل سنت مؤکدہ ہونا چاہیے کہ جسطرح سنت مؤکدہ واجب وسنت زائدہ مین برزخ ہے یونہین اسارت کراہت تحریم وکراہت تنزیہ مین کمافی الشامی علمگیریہ فــ۱ مین سراج وہاج سے ہے ان ترک المضمضۃ والاستنشاق اثم علی الصحیح لانہما من سنن الھدی وترکھا یوجب الاساءۃ بخلاف السنن الزوائد فان ترکھا لایوجب الاساءۃ اھ اقول قولہ اثم ای ان اعتاد کما ھو معروف فی محلہ فیہ وفی نظائرہ اصول امام فخر الاسلام وامام حسام الدین وامام نسفی مین ہے والسنن نوعان سنۃ الھدی وتارکھا یستوجب اساءۃ وکراھیۃ والزوائد وتارکھا لایستوجب اساءۃ رد المحتار فــ۲ صدر سنن الوضوء مین ہے مطلق السنۃ شامل لقسمیھا وھما السنۃ المؤکدۃ المسماۃ سنۃ الھدی وغیر المؤکدۃ المسماۃ سنۃ الزوائد بحر الرائق سنن نماز مسئلہ رفع یدین للتحریمہ مین ہے انہ من سنن الھدی فھو سنۃ مؤکدۃ (۳) کراہت تنزیہ نہ مستحب کے مقابل ہے نہ سنت مؤکدہ کے بلکہ سنت غیر مؤکدہ کے مرتبہ مین ہے۔ اوسے مستحب کے مقابل کہنا خلاف تحقیق ہے اور مطلق سنت کے مقابل بتانا بمعنی اعم ہے جبکہ اوسے اسارت کو بھی شامل کرلیا جائے جسطرح کبھی اسارت کو اعم لیکر سنت زائدہ کے مقابل بولتے ہین جسطرح اطلاق موسع مین خلاف اولی کو مکروہ تنزیہی کہدیتے ہین (۴) خلاف اولے مستحب کا مقابل ہے اور اپنے معنی خاص پر مکروہ تنزیہی سے بالکل جدا ہان بمعنی اعم اوسے بھی شامل اور کراہت تنزیہ کا اوسکی طرف مرجع ہونا اسی معنے پر ہے۔ بحر کے اشکال مذکور لیشکل علیہ ما قالوہ ان المکروہ تنزیھا مرجعہ الی خلاف الاولی پر منحۃ الخالق مین فرمایا الکراھۃ لابد لھا من دلیل خاص وبذلک یندفع الاشکال لان المکروہ تنزیھا الذی ثبتت کراھتہ بالدلیل یکون خلاف الاولی ولایلزم من کون الشیئ خلاف الاولی ان یکون مکروھا تنزیھا مالم یوجد دلیل الکراھۃ۔ (۵) کراہت کے لیے اگرچہ تنزیہی ہو ضرور دلیل کی حاجت ہے کما نص علیہ فی الحدیقۃ الندیۃ وغیرھا وبیناہ فی رشاقۃ الکلام اقول فــ۳ خلاف سنت ہونا خود کراہت پر دلیل شرعی ہے لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من رغب عن سنتی فلیس منی رواہ الشیخان عن انس وابن ماجۃ عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنھما نعم من لم یعمل بسنتی فلیس منی فما عن العلامۃ الشامی انما قد تعرف بلادلیل خاص کأن تضمن ترک واجب وسنۃ لیس کما ینبغی ولا

فــ۱: مسئلہ وضو میں کُلّی یا ناک میں پانی ڈالنے کا ترک کردہ ہو اور اسکی عادت ڈالے تو گنہگار ہوگا یہ مسئلہ وہ لوگ خوب یاد رکھیں جو کُلّی ایسی نہیں کرتے کہ حلق تک ہر جگہ کو دھو دے اور وہ کہ پانی جلدی ناک کے نتھنوں میں ڈالتے ہیں اوپر سونگھ کر اوپر نہیں چڑھاتے سب لوگ گنہگار ہیں اور غسل میں تو ایسا ہو تو سرے سے نہ غسل ہوگا نہ نماز۔

فــ۲: سنت مؤکدہ ہی سنت مؤکدہ کا نام سنن ہدی ہے اور سنت زائدہ سنت غیر مؤکدہ۔

فــ۳: معروضۃ علی العلامۃ ش۔

بالخاص خصوص النص فی الجزئی المعین اذ لاحاجۃ الیہ قطعا لصحۃ الاحتجاج بالعمومات والقواعد الشرعیۃ الکلیۃ قطعا (۶) یہ نفیس فـــــ جلیل تفرقے مقتضائے تقسیم عقلی واقتضائے نفس لفظ کراہت قضیۂ تفرقۂ احکام ہیں نہ کہ نری اصطلاح اختیاری کہ جسکا جو چاہا نام رکھ لیا کما قالہ المحقق فی الحلیۃ ان ھذا امر یرجع الی الاصطلاح والتزامہ لیس بلازم اھ ونقل قبیلہ عن اللامشی فی حد المکروہ ھو ما یکون ترکہ اولی من فعلہ وتحصیلہ اھ ثم قال اعلم ان المکروہ تنزیہا مرجعہ الی ما ھو خلاف الاولی والظاھر انھما متساویان کما اشار الیہ اللامشی اھ وتبعہ فی رد المحتار (۷) مشہور فـــ۲ احکام خمسہ ہیں واجب مندوب مکروہ حرام مباح وبہ بدء فی مسلم الثبوت یہ مذہب شافعیہ سے الیق ہے کہ اونکے یہاں واجب فرض میں فرق نہیں والیہ اشار تبعا للتحریر فی التحریر بقولہ بعدہ والحنفیۃ لاحظوا حال الدال الخ اور بعض نے برعایت مذہب حنفی فرض وواجب اور حرام ومکروہ تحریمی کو تقسیم میں جدا جدا اخذ کرکے سات قرار دیئے وبہ ثنی فی المسلم بعض نے فرض واجب سنت نفل حرام مکروہ مباح یوں سات گنے وعلیہ مشی فی التنقیح وتبعہ المولی خسرو فی مرقاۃ الوصول والعلامۃ الشمس محمد بن حمزۃ الفناری فی فصول البدائع بعض نے سنت میں سنت ہدی وسنت زائدہ اور مکروہ میں تحریمی وتنزیہی قسمیں کرکے نو شمار کیے کما نص علیہ الفناری فی اٰخر کلامہ ویشیر الیہ کلام التوضیح اقول تقسیم اول فــــ۳ میں کمال اجمال اور مذہب شافعی سے الیق ہونے کے علاوہ صحت مقابلہ اسپر مبنی کہ ہر مندوب کا ترک مکروہ ہو وقد علمت انہ خلاف التحقیق نیز سنت ومندوب میں فرق نہ کرنا مذہب حنفی وشافعی کسی کے مطابق نہیں۔ یہی دونوں فــــ۴ کمی تقسیم دوم میں بھی ہیں سوم وچہارم میں عدم مقابلہ بدیہی کہ سوم فــــ۵ میں جانب فعل چار چیزیں ہیں اور جانب ترک دو۔ چہارم فـــ۶ میں جانب فعل پانچ ہیں اور جانب ترک تین۔ پھر جانب ترک بسط اقسام کرکے تصحیح مقابلہ کیجیے تو اوسی مقابلہ نفل وکراہت سے چارہ نہیں مگر بتوفیق اللہ تعالٰی تحقیق فقیر سب خللوں سے پاک ہے اوس نے ظاہر کیا کہ بلکہ احکام گیارہ ہیں پانچ جانب فعل میں متنازلا فرض۱ واجب۲ سنت۳ مؤکدہ غیر۴ مؤکدہ مستحب۵ اور پانچ جانب ترک میں متصاعدا خلاف۶ اولی مکروہ۷ تنزیہی اسارت۸ مکروہ۹ تحریمی حرام۱۰ جنہیں میزان مقابلہ اپنے کمال اعتدال پر ہے کہ ہر ایک اپنے نظیر کا مقابل ہے اور سب کے بیچ میں گیارھواں مباح خالص۔ اس تقریر منیر کو حفظ کرلیجیے کہ ان سطور کے غیر میں نہ ملیگی اور ہزار ہا مسائل میں کام دیگی اور صدہا عقدوں کو حل کریگی کلمات اس کے موافق مخالف سب طرح کے ملیں گے مگر بحمد اللہ تعالٰی حق اس سے متجاوز نہیں فقیر طمع رکھتا ہے کہ اگر حضور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حضور یہ تقریر عرض کیجاتی ضرور ارشاد فرماتے کہ یہ عطر مذہب وطراز مذہب ہے والحمد للہ رب العلمین اس تحقیق انیق کے بعد قول سوم ہرگز دوم کی طرف راجع ہو کر منتفی نہیں بلکہ وہی من حیث الروایۃ سب سے اقوی ہے کہ خاص نص ظاہر الروایۃ کا مقتضی ہے تنبیہ علامہ عمر نے جبکہ قول چہارم اختیار فرمایا امام اجل قاضی خان وغیرہ کا ترک اسراف کو سنت فرمانا بھی اسی طرف راجع کرنا چاہا کہ سنت سے مراد مؤکدہ ہے اور اوسکا ترک مکروہ تحریمی

فـــ۱ تطفل علی العلامۃ عمر۔
فـــ۲ احکام شرعیہ کتنے ہیں، نو، یا گیارہ۔ تحقیق جلیل بے مثیل۔
فـــ۳ تطفل علی المشہور۔
فـــ۴ تطفل اٰخر علیہ۔
فـــ۵ تطفل علٰی مسلم الثبوت۔
فـــ۶ تطفل علی التوضیح والمولی خسرو۔
فـــ۷ تطفل علی الشمس الفناری۔
فـــ۸ تطفل اٰخر علی ھؤلاء الثلثۃ۔

معروضتان (ق)

اقول ثانیاً اقوال بعض متاخرین میں اسکی تائیدوں کا پتا چلیگا بحرالرائق آخر مکروہات الصلاۃ پھر ردالمحتار میں ہے السنۃ اذا کانت
مؤکدۃ قویۃ لایبعد ان یکون ترکھا مکروھا کراھۃ تحریم کترک الواجب ابو السعود علی مسکین پھر طحطاوی علی الدر المختار
صدر مکروہات نماز میں ہے الفعل اذا کان واجبا اوما فی حکمہ من سنۃ الھدی ونحوھا فالترک یکرہ تحریما وان کانت
سنۃ زائدۃ اوما فی حکمھا من الادب ونحوہ یکرہ تنزیھا اھ اقول اولاً تبعا القھستانی فانہ ذکرہ ثم لم
ینقلہ عن احد بل زعم ان کلامھم یدل علیہ نما کان للسید الازھری ان یسوقہ مساق المنقول وثانیاً
لابد ان تری ماذا اراد بنحوھا فالحکم لایسلم لہ فی السنۃ المؤکدۃ مالم یتعود بالترک ففیم یثبت بعدھا وھل تری قائلا
بہ احدا کشف بزدوی وتحقیق علی الحسامی بحث عزیمت رخصت میں اصول امام ابوالیسر صدر الاسلام بزدوی سے ہے حکم
السنۃ ان یندب الی تحصیلھا ویلام علی ترکھا مع لحوق اثم یسیر درمختار صدر حظر میں ہے یاثم بترک الواجب ومثلہ
السنۃ المؤکدۃ مگر صحیح وہی ہے جو ہم اوپر بیان کر آئے کہ سنت مؤکدہ کا ایک آدھ بار ترک گناہ نہیں ہاں برا ہے اور عادت کے
بعد گناہ و ناروا ہے اقول وھذا ان شاء اللہ تعالی سر قول الامام الاجل فخر الاسلام ان تارک السنۃ المؤکدۃ
یستوجب اساءۃ ای بنفس الترک وکراھۃ ای تحریمیۃ ای عند الاعتیاد اذ ھو المحل عند الاطلاق ولھذا
قال الامام عبد العزیز فی شرحہ ان الاساءۃ دون الکراھۃ واکتفی فی السنۃ الزائدۃ بنفی الاساءۃ لان نفی
الادنی یدل علی نفی الاعلی بالاولی وحیث ان الکراھۃ التنزیھیۃ ادنی من الاساءۃ فنفی الاعلی لایستلزم نفی
الادنی ولذا ذکر توجہ اللائمۃ حکم ترک مطلق السنۃ ثم قسمھا قسمین وفرق بلزوم الاساءۃ وعدمہ فتحصل
ان المؤکدۃ وغیرھا تشترکان فی توجہ الملام علی الترک وتتفارقان فی ان ترک المؤکدۃ اساءۃ وبعد التعود کراھۃ
تحریم ولیس فی ترک غیرھا الاکراھۃ التنزیہ ولعمری ان اشارات ھذا الامام الھمام ادق من ھذا حتی لقبوہ
ابا العسر واخاہ الامام صدر الاسلام ابا الیسر جہاں جہاں کلمات علما میں اوس پر حکم اثم ہے اوس سے مراد بحال اعتیاد ورنہ
اوسمیں اور واجب میں فرق نہ رہے اقول والفرق بتشکیک الاثم کما لجأ الیہ فی البحر الایجدی لان التشکیک حاصل
فی الواجبات انفسھا اور جب اوسکا مطلق ترک گناہ نہیں تو مکروہ تحریمی ہے عادت نہیں ہوسکتا کہ ہر مکروہ تحریمی گناہ و
معصیت صغیرہ ہے ردالمحتار صدر واجبات صلاۃ میں ہے صرح العلامۃ ابن نجیم فی رسالتہ المؤلفۃ فی بیان المعاصی بان کل
مکروہ تحریما من الصغائر منیہ میں ہے لا یترک رفع الیدین ولو اعتاد یاثم غنیہ میں ہے لانہ سنۃ مؤکدۃ امالو ترکہ بعض
الاحیان من غیر اعتیاد لایأثم وھذا مطرد فی جمیع السنن المؤکدۃ حلیہ میں کلام مذکور امام ابوالیسر کی طرف اشارہ کرکے
فرمایا وھو حسن لکن بعد وجود الدلیل الدال علی لحوق الاثم لتارک السنۃ بمجرد الترک لھا ولیس ذلک بالسھل

ف ۱: تطفل ۱۰۳ علی النہر
ف ۲: مسئلہ سنت مؤکدہ کا ترک ...
ف ۳: معروضۃ ۳۱۵ علی السید ابی السعود
ف ۴: معروضۃ ۳۱۶ علی القھستانی والسید ابی السعود وط
ف ۵: تطفل ۱۰۴ علی البحر
ف ۶: مسئلہ ...

الواضحہ رد المحتار سنن صلاۃ میں نہر الفائق سے بحوالہ کشف کبیر کلام امام ابی الیسر نقل کرکے فرمایا فی شرح التحریر المراد الترك بلا عذر على سبيل الاصرار وفي شرح الكيدانية عن الكشف قال محمد في المصرين على ترك السنة بالقتال وابو يوسف بالتاديب ام فيتعين حمل الترك على الاصرار توفيقا بين كلامهم اوسی میں ہے کونہ سنۃ مؤکدۃ لایستلزم الاثم بترکہ مرۃ واحدۃ بلا عذر فیتعین تقیید الترک بالاعتیاد اوسی کے سنن وضو میں دربارۂ نیت ہے یاثم بترکھا اثما یسیرا کما قدمنا عن الکشف والمراد الترک بلاعذر علی سبیل الاصرار کما قدمنا عن شرح التحریر وذلک لانھا سنۃ مؤکدۃ کما حققہ فی الفتح فتح القدیر میں ہے حکی فی الخلاصۃ خلافا فی ترکہ (ای ترک رفع الیدین عند التحریمۃ) قیل یأثم وقیل لا قال والمختار ان اعتادہ اثم لا ان کان احیانا اھ وینبغی ان یجعل شقی ھذا القول محمل القولین فلا اختلاف ولا اثم لنفس الترک بل لان اعتیادہ للاستخفاف والا فمشکل او یکون واجبا درمختار میں ہے الجماعۃ سنۃ مؤکدۃ للرجال وقیل واجبۃ وعلیہ العامۃ ثمرتہ تظھر فی الاثم بترکھا مرۃ اوسی کے سنن وضو میں ہے وتثلیث الغسل المستوعب ولا عبرۃ للغرفات ولو اکتفی بمرۃ ان اعتادہ اثم والا لا خلاصہ میں ہے ان توضأ مرۃ مرۃ ان فعل لعزۃ الماء او لعذر البرد او لحاجۃ لایکرہ وکذا ان فعلہ احیانا اما اذا اتخذ ذلک عادۃ یکرہ اھ **اقول** ای تحریما لانہ سنۃ مؤکدۃ وھی محل الاطلاق والمنفیۃ عن فعلہ احیانا من دون عذر اسکے نظائر کثیر وافر ہیں فلانظر الی ما وقع فی البحر صدر سنن الصلاۃ وقد ردہ فی رد المحتار ببعض ما ذکرنا ھنا وباللہ التوفیق خوب تر یہ ہے کہ جب ہمارے مشائخ عراق نے جماعت کو واجب اور مشائخ خراسان نے سنت مؤکدہ فرمایا اور مفید میں یوں تطبیق دی کہ واجب ہے اور اوسکا ثبوت سنت سے خود علامہ عمر نے نہر میں اسے نقل کرکے فرمایا ھذا یقتضی الاتفاق علی ان ترکھا مرۃ بلاعذر یوجب اثما مع انہ قول العراقیین والخراسانیون علی انہ یاثم اذا اعتاد الترک کما فی القنیۃ اھ فائدہ اس مسئلہ پر باقی کلام اور سنت کی تعریف واقسام اور سنت غیر مؤکدہ کی تحقیق احکام اور اوسکا مستحب سے فرق اور مکروہ تحریمی وتنزیہی کی بحث جلیل اور یہ کہ مکروہ تنزیہی اصلا گناہ نہیں اور یہ کہ تحریمی مطلقا گناہ ہے اور یہ کہ وہ بے اصرار ہرگز کبیرہ نہیں اور ان مسائل میں فاضل لکھنوی کی لغزشوں کا بیان یہ سب ہمارے رسالہ **بسط الیدین فی السنۃ والمستحب والمکروھین** میں ہے وباللہ التوفیق **تنبیہ ۵** جبکہ علامہ عمر نے کراہت تحریم کا استظہار کیا علامہ شامی نے منحۃ الخالق میں تو اونکا کلام مقرر رکھا مگر رد المحتار میں رائے جانب کراہت تنزیہ گئی لہذا دلائل تحریم کا جواب دینا چاہا علامہ عمر نے تین دلیلیں پیش فرمائی تھیں (۱) کلام امام زیلعی میں کراہت کو مطلق رکھنا (۲) اسراف سے نہی کی حدیثوں کا مطلق یعنی بے قرینۂ صارفہ ہونا (۳) منتقی میں اوسے منہیات سے گننا علامہ شامی نے **اول** کا یہ جواب دیا کہ مطلق کراہت ہمیشہ تحریم پر محمول نہیں کما ذکرنا انفا اھ واشار بہ الی ما قدمہ قبل ھذا بصفحۃ عن البحر ان المکروہ نوعان احدھما ما کرہ تحریما وھو المحمل عند اطلاقھم الکراھۃ کما فی زکاۃ فتح القدیر ثانیھما المکروہ

تنزیہا او کثیرا ما یطلقونہ کما فی شرح المنیۃ **اقول** ف۱ اسمین کلام نہیں کہ فقہا بارہا کراہت ف۲ مطلق بولتے اور اوس سے خاص مکروہ تنزیہی یا تنزیہی و تحریمی دونوں کو عام مراد لیتے ہیں مگر یہ وہاں ہے کہ ارادہ کراہت تحریم سے کوئی صارف موجود ہو مثلاً دلیل سے ثابت یا خارج سے معلوم ہو کہ جیسے یہاں مطلق مکروہ کہا مکروہ تحریمی نہیں یا جو افعال یہاں گنے اونمین مکروہ تنزیہی بھی ہیں کما لمفعولہ فی مکروہات الصلاۃ بے قیام دلیل ہمارے مذہب میں اصل وہی ارادہ کراہت تحریم ہے کما مر عن نص المحقق علی الاطلاق و کتب المذہب طافحۃ بذلک تو کراہت تنزیہ کی طرف پھیرنا ہی محتاج دلیل ہو ورنہ استدلال نہر تام ہے اب یہ جواب دلیل دوم کے جواب سے محتاج تکمیل ہوا اور اوسکی تضعیف سے اسکی تضعیف بھی جلوہ نما دوم سے یہ جواب دیا کہ صارف موجود ہو مثلاً جس نے آب نہر سے وضو میں اسراف کیا اگر اوسے سنت نہ جانا تو ایسا ہوا کہ نہر سے کوئی برتن بھر کر اوسی میں اولٹ دیا اسمین کیا محذور ہو سوا اسکے کہ ایک عبث بات ہوا **اقول** ف۳ اسکا مبنی اوسی خیال پر ہے کہ علامہ نے قول اول و چہارم کو ایک سمجھا ہے ورنہ قول چہارم میں اب نہ اسراف کی تحریم کہاں اور ما وراء میں کہ پانی کی اضاعت ہے صارف کیا وقد قدمنا انکی ف۴ ویشفی ومنہ تعلموا فی تعبیرہ بالوضوء بماء النہر اما استنادہ الی ان حدیث فمن زاد علی ھذا او نقص فقد تعدی وظلم محمول علی الاعتقاد عندنا کما فی الھدایۃ وغیرھا وقال فی البدائع انہ الصحیح حتی لو زاد او نقص واعتقد ان الثلاث سنۃ لا یلحقہ الوعید قال وقد منا انہ صریح فی عدم کراھۃ ذلک یعنی کراھۃ تحریم ام **فاقول** ف۵ لا یفید ما قصدہ من قصر الحکم علی کراھۃ التنزیہ مطلقا لما لم یعتقد خلاف السنۃ کیف ولو کان ترک الاسراف سنۃ مؤکدۃ کما یقولہ النھر کان تعودہ مکروھا تحریما و قوم لحیا نا تنزیھا والحدیث حاکم علی من زاد مطلقا ای ولو مرۃ بانہ ظلم فلزم تاویلہ بما یجعل الزیادۃ ممنوعۃ مطلقا فحملوہ علی ذلک فمن زاد او نقص مرۃ ولم یعتقد لم یلحقہ الوعید الا تری انھم ھم الناصون بان من غسل الاعضاء مرۃ ان اعتاد اثم کما قدمناہ عن الدر و معناہ عن الخلاصۃ وقد صرح بہ فی الحلیۃ وغیرھا کتاب ف۶ ثم العجب انی رأیت العلامۃ نفسہ قد صرح بھذا فی سنن الوضوء فقال لا یخفی ان التثلیث حیث کان سنۃ مؤکدۃ واصر علی ترکہ یاثم وان کان یعتقدہ سنۃ واما حملھم الوعید فی الحدیث علی عدم رؤیۃ الثلث سنۃ کما یاتی فذلک فی الترک ولو مرۃ بدلیل ما قلنا قال وبہ اندفع ما فی البحر من ترجیح القول بعدم الاثم لو اقتصر علی مرۃ بانہ لو اثم بنفس الترک لما احتیج الی ھذا الحمل ام واقرہ فی النھر وغیرہ وذلک لانہ مع عدم الاصرار یحتاج الیہ فتدبر ام وقال بعیدہ صریح ما فی البدائع انہ لا کراھۃ فی الزیادۃ والنقصان مع اعتقاد سنیۃ الثلث وھو مخالف لما مر من انہ لو اکتفی بمرۃ واعتادہ اثم ولما سیاتی ان الاسراف مکروہ تحریما ولھذا فرع فی الفتح وغیرہ علی القول بحمل الوعید علی الاعتقاد بقولہ فلو زاد لقصد الوضوء علی الوضوء او لطمانینۃ القلب عند الشک او نقص لحاجۃ لا باس بہ فان مفاد ھذا التفریع انہ لو زاد او نقص بلا غرض

ف۱: معروضۃ ۲۱۱ علی العلامۃ ش

ف۲: اگرچہ فقہا کبھی مکروہ تنزیہی یا تنزیہی و تحریمی دونوں سے عام پر اطلاق کراہت فرماتے ہیں مگر اصل یہی ہے کہ کراہت سے مطلق مراد کراہت تحریمی ہے جبتک دلیل سے اسکا خلاف نہ ثابت ہو

ف۳: معروضۃ ۲۱۲ اخری علیہ

ف۴: معروضۃ ۲۱۳ ثالثۃ علیہ

ف۵: معروضۃ ۲۱۴ رابعۃ علیہ

ف۶: معروضۃ ۲۱۵ خامسۃ علیہ

صحیح یکرہ وان اعتقد سنیۃ الثلث وبه صرح فی الحلیۃ فیحتاج الی التوفیق بین ما فی البدائع وغیرہ ویمکن بما قدمنا انه اذا فعل ذلک مرۃ لایکرہ مالم یعتقدہ سنۃ وان اعتادہ یکرہ وان اعتقد الثلث الا اذا کان لغرض صحیح اھ ولکن سبحٰن من لاینسی **اقول** وانت تعلم ان الکراھیۃ المنفیۃ فیما اذا نقص مرۃ ھی التحریمیۃ کما قدمنا لان ترک السنۃ المؤکدۃ مرۃ واحدۃ ایضا مکروہ ولولم یکن تحریما وعلی التعود یحمل التفریع المذکور فی الفتح والکافی والبحر وعامۃ الکتب فان نفی الباس یستعمل فی کراھۃ التنزیہ کما نصوا علیہ فاثباته المستفاد ھھنا بالمفہوم المخالف یفید کراھۃ التحریم ھذا الکلام معہ رحمہ اللہ تعالٰی بما قررنفسہ وعند العبد الضعیف منشؤ اخر لحمل العلماء الحدیث علی الاعتقاد کما سیاتی ان شاء اللہ تعالٰی سوم سے یہ جواب یا کہ مکروہ تنزیہی بھی حقیقۃً اصطلاحاً منہی عنہ ہے اگرچہ لغۃً اُسے منہی عنہ کہنا مجاز ہے کما فی التحریر **اقول اولاً** رحمہ اللہ العلامۃ یہاں تحریر میں اصطلاح سے امام محقق علی الاطلاق کی مراد اصطلاح نحویاں ہے نہ کہ اصطلاح شرع یا فقہ یعنی جبکہ مکروہ تنزیہی میں صیغہ نہی اور بعض مندوبات میں صیغہ امر ہوتا ہے اور نحوی صیغہ ہی کو دیکھتے ہیں اختلاف معانی سے اُنہیں بحث نہیں کہ یہاں فعل یا ترک کی طلب حتمی ہے یا غیر حتمی تو اُنکی اصطلاح میں حقیقۃً مندوب مامور بہ ہوگا اور مکروہ تنزیہی منہی عنہ مگر لغۃً انکو مامور بہ و منہی کہنا مجاز ہے کہ لغت میں مامور بہ واجب اور منہی عنہ ناجائز سے خاص ہے اور یہی عرف شرع و اصطلاح فقہ ہے تو نحویوں کے طور پر لاتفعل کا صیغہ ہونے سے فقہاً کیونکر منہیات میں داخل ہونے لگا تحریر کی عبارت مع مذکور سابقاً سے ملخصاً یہ ہے مسئلہ اختلف فی لفظ المامور به فی المندوب قیل عن المحققین حقیقۃ والحنفیۃ وجمع من الشافعیۃ مجاز ویجب کون مراد المثبت ان الصیغۃ فی الندب یطلق علیہا لفظ امر حقیقۃ بناء علی عرف النحاۃ فی ان الامر الصیغۃ المقابلۃ للماضی والخبر مستعمل فی الایجاب وغیرہ فالمندوب مامور به حقیقۃ والنافی علی ما ثبت ان الامر خاص فی الوجوب والاول (ای نفی الحقیقۃ) اوجه لابتنائه علی الثابت لغۃ وابتناء الاول علی الاصطلاح (للنحویین) ومثل ھذہ المکروہ (تنزیہا) منھی (عنه) اصطلاحا (نحویا) حقیقۃ مجاز لغۃ (لان النھی فی الاصطلاح یقال علی لا تفعل استعلاء سواء کان للمنع الحتم اولا اما فی اللغۃ فیمتنع ان یقال حقیقۃ نھی عن کذا الا اذا منع منه) اھ ممزوجا اما بین الاھلۃ من شرحه التقریر والتحبیر لتلمیذہ المحقق ابن امیر الحاج رحمہما اللہ تعالٰی **ثانیاً اقول** اگر مکروہ تنزیہی شرعاً حقیقۃً منہی عنہ ہوتا واجب الاحتراز ہوتا لقولہ تعالٰی وما نھٰکم عنه فانتھوا[1] تو مکروہ تنزیہی نہ رہتا بلکہ حرام یا تحریمی ہوتا اور ہم نے اپنے رسالہ جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیۃ میں دلائل قاہرہ قائم کیے ہیں کہ وہ ہرگز شرعاً منہی عنہ نہیں **ثالثاً** خود علامہ شامی کو جابجا اسکا اعتراف ہے کلام حلیہ الظاہر ان السنۃ فعل المغرب فورا وبعدہ مباح الی اشتباک النجوم نقل کرکے فرمایا الظاہر انه اراد بالمباح مالا یمنع فلا ینافی کراھۃ التنزیہ آخر کتاب الاشربہ میں سید علامہ ابو السعود سے نقل کیا المکروہ تنزیہا یجامع الاباحۃ اھ **رابعاً وخامساً اقول** عجب تر یہ کہ

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/۷

ف۱: معروضۃ ۳۲۲ سادسۃ علیہ

ف۲: مکروہ تنزیہی لغۃً ونحواً منہی عنہ ہے شرعاً منہی عنہ نہیں

ف۳: معروضۃ ۳۲۳ سابعۃ علیہ

ف۴: معروضۃ ۳۲۴ ثامنۃ علیہ

ف۵: معروضۃ ۳۲۵ تاسعۃ علیہ

صدر حظر مین ہمارے ائمۂ ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماع بتایا کہ مکروہ تنزیہی ممنوع نہیں ثم ادعی تبعا الزلۃ وقعت فی التلویح (ف۱) وقد منا
فی رسالتنا بسط الید ین الدلائل الساطعۃ علی بطلانہا ونقلنا مائۃ نص من ائمتنا وکتب مذھبنا متونا وشروحا
وفتاوی منہا کتب نفس الشامی کرد المحتار ونسمات الاسحار علی خلافہ وان المکروہ تحریما ایضا غیر ممنوع عند الشیخین
رضی اللہ تعالٰی عنہما وسبحٰن اللہ ای عجب اعجب من ھذا ان یکون المکروہ تنزیھا منھیا عنہ والمکروہ تحریما غیر ممنوع (ف۲) سادسا
عجب تر یہ کہ جب شارح نے جواہر سے آب جاری میں اسراف جائز ہونا نقل فرمایا علامہ محشی نے قول کراہت کے خلاف دیکھ کر اوسکی
یہ تاویل فرمائی کہ جائز سے مراد غیر ممنوع ہے ففی الحلیۃ عن اصول ابن الحاجب انہ قد یطلق ویراد بہ مالا یمتنع شرعا وھو یشمل المباح
والمکروہ والمندوب والواجب یعنی اب کراہت کے خلاف نہ ہوگا کہ مکروہ تنزیہی بھی شرعاً ممنوع نہیں اقول (ف۳) یہ ایک تو اوس
دعوے کا رد ہو گیا کہ مکروہ تنزیہی بھی حقیقۃً منہی عنہ ہے سابعا اصل تحقیق علامہ محشی کے خلاف خود قول صاحب نہر کی تسلیم ہو گئی
خود علامہ نے جا بجا تصریح فرمائی کہ کتب مین مفہوم مخالف معتبر ہے جب عبارت جواہر کے معنے یہ ٹھہرے کہ جاری پانی مین ممنوع
نہین صرف مکروہ تنزیہی ہے تو صاف مستفاد ہوا کہ آب غیر جاری مین ممنوع و مکروہ تحریمی ہے اور یہی مدعائے صاحب نہر تھا بالجملہ نہر کی
کسی دلیل کا جواب نہ ہوا۔ رہا یہ کہ پھر آخر حکم منقح کیا ہے اسکے لیے اولاً تحقیق معنی اسراف کی طرف عود کرین پھر تنقیح حکم و باللہ التوفیق تنبیہ ۶
اسراف بلاشبہہ ممنوع و ناجائز ہے قال اللہ تعالٰی ولا تسرفوا انہ لایحب المسرفین ۝ بیہودہ صرف نہ کرو بیشک اللہ تعالٰی بیہودہ
صرف کرنیوالون کو دوست نہین رکھتا قال اللہ تعالٰی ولا تبذر تبذیرا ۝ ان المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین وکان
الشیطٰن لربہ کفورا ۝ مال بیجا نہ اڑا بیشک بیجا اڑانیوالے شیطانون کے بھائی ہین اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا اقول (ف۴)
اسراف کی تفسیر مین کلمات متعدد وجہ پر آئے (۱) غیر حق مین صرف کرنا۔ یہ تفسیر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے
فرمائی الفریابی وسعید بن منصور وابوبکر بن ابی شیبۃ والبخاری فی الادب المفرد وابنا جریر والمنذر وابی حاتم
والطبرانی والحاکم وصححہ والبیہقی فی شعب الایمان واللفظ لابن جریر کلھم عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی قولہ تعالٰی
ولا تبذر تبذیرا قال التبذیر فی غیر الحق وھو الاسراف اور اسی کے قریب ہے وہ کہ تاج العروس مین بعض سے نقل کیا
وضع الشیئ فی غیر موضعہ یعنی بیجا خرچ کرنا ابن ابی حاتم نے امام مجاہد تلمیذ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت
کی لو انفقت مثل ابی قبیس ذھبا فی طاعۃ اللہ لم یکن اسرافا ولو انفقت صاعا فی معصیۃ اللہ کان اسرافا اگر کوہ ابوقبیس کے
برابر سونا طاعت الٰہی مین خرچ کر دے تو اسراف نہین اور اگر ایک صاع جو گناہ مین خرچ کرے تو اسراف ہے۔ کسی نے حاتم کی کثرت
داد و دہش پر کہا لاخیر فی سرف اسراف مین خیر نہین۔ اوس نے جواب دیا لا سرف فی خیر خیر مین اسراف نہین اقول اللہ
حاتم کا مقصود تو خدا نہ تھا نام تھا کما نص علیہ فی الحدیث تو اوسکی ساری داد و دہش اسراف ہی تھی مگر سخائے خیر مین بھی

ف۱: معروضۃ ۳۲۹ عاشرۃ علیہ
ف۲: المعروضۃ ۳۳۰ الحادیۃ عشرۃ علیہ
ف۳: المعروضۃ ۳۳۱ الثانیۃ عشرۃ علیہ
ف۴: اسراف کے معنی کی تفصیل و تحقیق

شرعِ مطہر اعتدال کا حکم فرماتی ہے قال اللہ تعالٰی ولا تجعل یدک مغلولۃ الٰی عنقک ولا تبسطہا کل البسط فتقعد ملوما محسورا ۞ وقال تعالٰی والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذٰلک قواما ۞ آیہ کریمہ واٰتوا حقہ یوم حصادہ ولا تسرفوا کی شانِ نزول میں ثابت بن قیس رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قصہ معلوم ومعروف ہے رواہا ابن جریر وابن ابی حاتم عن ابن جریج اور صحاح کی حدیث جلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تصدق کا حکم فرمایا فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ خوش ہوئے کہ اگر میں کبھی ابوبکر صدیق پر سبقت لیجاؤنگا تو وہ یہی بار ہے کہ میرے پاس مال بسیار ہے اپنے جملہ اموال سے نصف حاضر خدمت اقدس لائے حضور نے فرمایا اہل وعیال کے لیے کیا رکھا عرض کی اتنا ہی۔ اتنے میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ حاضر ہوئے اور اپنا کُل مال حاضر لائے گھر میں کچھ نہ چھوڑا ارشاد ہوا اہل وعیال کے لیے کیا رکھا عرض کی اللہ اور اللہ کا رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اسپر حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں میں وہی فرق ہے جو تمھارے ان جوابوں میں۔ اور تحقیق یہ ہے کہ عام کیلیے وہی حکم میانہ روی ہے اور صدقِ توکل وکمالِ تبتل والوں کی شان بڑی ہے (۲) حکم الٰہی کی حد سے بڑھنا۔ یہ تفسیر ایاس بن معویہ بن قرہ تابعی ابن تابعی ابن صحابی کی ہے ابن جریر وابو الشیخ عن سفیٰن بن حسین عن ابی بشر قال اطاف الناس بایاس بن معویۃ فقالوا ما السرف قال ما تجاوزت بہ امر اللہ فہو سرف اور اسیکی مثل اہل لغت سے ابن الاعرابی کی تفسیر ہے کما سیأتی من التفسیر الکبیر تعریفات السید میں ہے الاسراف تجاوز الحد فی النفقۃ اقول یہ تفسیر محل ہے حکم الٰہی وضو میں کہنیوں تک ہاتھ گٹّوں تک پاؤں دھونا ہے مگر اس سے تجاوز اسراف نہیں بلکہ نیم بازو ونیم ساق تک بڑھانا مستحب ہے جیسا کہ احادیث سے گزرا تو امر سے مراد تشریع لینی چاہیے یعنی حدِ اجازت سے تجاوز اور اب یہ تفسیر ایک تفسیر تبذیر کیطرف عود کریگی (۳) ایسی بات میں خرچ کرنا جو شرعِ مطہر یا مروّت کے خلاف ہو اول حرام ہے اور ثانی مکروہ تنزیہی طریقہ محمدیہ میں ہے الاسراف والتبذیر ملکۃ بذل المال حیث یجب امساکہ بحکم الشرع او المروءۃ وہی رغبۃ صادقۃ للنفس فی الافادۃ بقدر ما یمکن وہما فی مخالفۃ الشرع حرامان وفی مخالفۃ المروءۃ مکروہان تنزیہا اھ اقول وزاد ملکۃ لیجعلہما من منکرات القلب لانہ فی تعدیدہا ومثل الشارح العلامۃ سیدی عبد الغنی النابلسی قدس سرہ القدسی مخالفۃ المروءۃ بدفعہ للاجانب والتصدق بہ علیہم وترک الاقارب والجیران المحاویج اھ اقول اخرج الطبرانی بسند صحیح عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا امۃ محمد والذی بعثنی بالحق لا یقبل اللہ صدقۃ من رجل ولہ قرابۃ محتاجون الی صلتہ ویصرفہا الی غیرہم والذی نفسی بیدہ لا ینظر اللہ الیہ یوم القیٰمۃ اھ فہو خلاف الشرع لا مجرد خلاف المروءۃ واللہ تعالٰی اعلم وانا اقول وباللہ التوفیق آدمی کے پاس جو مال زائد بچا اور اوس نے ایک فضول کام میں اوٹھا دیا جیسے بے مصلحت شرعی مکان کی زینت وآرائش میں مبالغہ اس سے اوسے تو کوئی نفع ہوا نہیں اور اپنے غریب مسلمان بھائیوں کو

فرمایا ھو فی الصّاد والنار یا رایا نار رواہ الطبرانی فی الکبیر وابو الشیخ فی الثواب والحاکم وقال صحیح الاسناد اگرچہ اسپر تاکید اسلیے تھی کہ وہ اصحاب صفہ سے تھے اور ان حضرات کرام کا

دیتا تو اونکو کیسا نفع پہنچتا تو اس حرکت سے ظاہر ہوا کہ اس نے اپنی بیہودہ خواہش کو اونکی حاجت پر مقدم رکھا اور یہ خلاف مروت ہے (۴) طاعت الٰہی کے غیر میں اوٹھانا قاموس میں ہے الاسراف التبذیر او ما انفق فی غیر طاعۃ اھ رد المحتار میں اسکی نقل پر اقتصار فرمایا اقول[۹۴] ف[۱] ظاہر ہے کہ مباحات نہ طاعت ہیں نہ اونمیں خرچ اسراف مگر یہ کہ غیر طاعت سے خلاف طاعت مراد لیں تو شل تفسیر دوم ہوگی اور اب علامہ شامی کا یہ فرمانا کہ لایلزم من کونہ غیر طاعۃ ان یکون حراما نعم اذا اعتقد سنیتہ (ای سنیۃ الزیادۃ علی الثلث فی الوضوء) یکون منھیا عنہ ویکون ترکہ سنۃ مؤکدۃ صحیح نہ رہیگا (۵) حاجت شرعیہ سے زیادہ استعمال کرنا کما تقدم فی صدر البحث عن الحلیۃ والبحر وتبعھما العلامۃ الشامی اقول[۹۵] اولا[۲] ف مراتب خمسہ کہ ہم اوپر بیان کرآئے اونمیں حاجت کے بعد منفعت پھر زینت ہے اور شک نہیں کہ انمیں خرچ بھی اسراف نہیں جبتک حد اعتدال سے متجاوز نہ ہو قال اللہ تعالٰی قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبٰت من الرزق اے نبی تم فرمادو کہ اللہ کی وہ زینت جو اوس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی اور پاکیزہ رزق کس نے حرام کیے ہیں۔ مگر یہ تاویل کریں کہ حاجت سے ہر بکار آمد بات مراد ہے ثانیا[۹۶] ف[۳] شرعیہ کی قید بھی مانع جامعیت ہے کہ حاجت دنیویہ میں بھی زیادہ اوڑانا اسراف ہی مگر یہ کہ شرعیہ سے مراد مشروعہ لیں یعنی جو حاجت خلاف شرع نہ ہو تو یہ اوس قول پر مبنی ہوجائیگا جسمیں اسراف وتبذیر میں حاجت جائزہ و ناجائزہ سے فرق کیا ہے اگر کہیے ان علما کا یہ کلام دربارۂ وضو ہے اوسمیں تو جو زیادت ہوگی حاجت شرعیہ دینیہ ہی سے زائد ہوگی اقول[۹۷] اب مطلقاً حکم ممانعت مسلم نہ ہوگا مثلاً میل چھڑانے یا شدت گرما میں ٹھنڈ کی نیت سے زیادت کی تو اسراف نہیں کہہ سکتے کہ غرض صحیح جائز میں خرچ ہے۔ شاید اسی لیے علامہ طحطاوی نے لفظ شرعیہ کم فرماکر اتنا ہی کہا الاسراف ھو الزیادۃ علی قدر الحاجۃ اقول[۹۸] مگر یہ تعریف اگر مطلق اسراف کی ہو تو جامعیت میں ایک اور خلل ہوگا کہ قدر حاجت سے زیادت کے لیے وجود حاجت درکار اور جہاں حاجت ہی نہ ہو اسراف اور زائد ہے ہاں حلیہ کے اتباع کیطرح خاص اسراف فی الوضو کا بیان ہو تو یہ خلل نہ ہوگا (۶) غیر طاعت میں یا بلا حاجت خرچ کرنا۔ نہایۂ ابن اثیر و مجمع بحار الانوار میں ہے الاسراف والتبذیر فی النفقۃ لغیر حاجۃ او فی غیر طاعۃ اللہ تعالٰی یہ تعریف گویا چہارم و پنجم کی جامع ہے اقول[۹۹] اولاً ف[۴] طاعت میں وہی تاویل لازم جو چہارم میں گزری ثانیاً[۱۰۰] ف[۵] حاجت میں وہی تاویل ضرور جو پنجم میں مذکور ہوئی (۷) دینے میں حق کی حد سے کمی یا بیشی۔ تفسیر ابن جریر میں ہے الاسراف فی کلام العرب الاخطاء باصابۃ الحق فی العطیۃ اما بتجاوز حدہ فی الزیادۃ واما بتقصیر عن حدہ الواجب اقول[۱۰۱] ف[۶] یہ عطا کے ساتھ خاص ہے اور اسراف کچھ لینے دینے ہی میں نہیں اپنے خرچ کرنے میں بھی ہے حدیثیں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں فی الوضوء اسراف وفی کل شیئ اسراف وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے اور ہر کام میں اسراف کو دخل ہے رواہ سعید بن منصور عن یحیی بن ابی عمرو السیبانی التقصیر سلا (۸) ذلیل غرض میں کثیر مال اوٹھا دینا۔ تعریفات السید میں ہے الاسراف انفاق المال الکثیر فی الغرض الخسیس اھ وقدمہ ھھنا واقتصر علیہ فی المسرف اقول[۱۰۲] ف[۷] یہ بھی جامع

ف[۱]: معروضۃ علی العلامۃ ش بل والقاموس ایضا

ف[۲]: تطفل علی الحلیۃ والبحر و ش

ف[۳]: تطفل اخر علیھم

ف[۴]: تطفل علیھما

ف[۵]: تطفل اخر علیھما

ف[۶]: تطفل علی ابن جریر

ف[۷]: تطفل علی العلامۃ السید الشریف

تنبیہ: حدیث سے موقع نفع الدر المنثور الطیب و عن سعید بن جبیر و فوجیہ ام منبہ عفی عنہ

ف[۱]: تطفل علی المولی الناباسی

مسئلہ: کسی عزیز محتاج کو ... اونھیں چھوڑ کر غیر ذوی کو ... صدقات دے حدیث میں فرمایا ایسے کا صدقہ قبول نہ ہوگا اور اللہ تعالٰی روز قیامت اوس کیطرف نظر نہ فرمائیگا

نہین ہے غرض محض تھوڑا مال ضائع کردینا بھی اسراف ہے (۹) حرام مین سے کچھ یا حلال کو اعتدال سے زیادہ دکھانا حکاہ السید
قیلا اقول[ف۱] یہ کھانے سے خاص ہے (۱۰) لائق و پسندیدہ بات مین قدر لائق سے زیادہ اوٹھا دینا تعریفات علامہ شریف
مین ہے الاسراف صرف الشیئ فیما ینبغی زائدا علی ما ینبغی بخلاف التبذیر فانہ صرف الشیئ فیما لا ینبغی اقول[۱] لا
ینبغی کا اطلاق کم از کم مستحب پر آتا ہے اور اسراف مباح خالص مین اوس سے بھی زیادہ ہے مگر یہ کہ جو کچھ لاینبغی نہین سب کو ینبغی
مان لین کہ مباح کامون کو بھی شامل ہوجائے ولیس ببعید اور عبث محض اگرچہ بعض جگہ مباح بمعنی غیر ممنوع ہو مگر زیر لاینبغی داخل
ہے تو اوسمین جو کچھ اوٹھیگا اس تفسیر پر داخل تبذیر ہوگا (۱۱) بیفائدہ خرچ کرنا قاموس مین ہے ذهب ماء الحوض سرفا فاض من
نواحیہ تاج العروس مین ہے قال شمر سرف الماء ما ذهب منہ فی غیر سقی ولا نفع یقال اروت البئر النخیل وذهب بقیة
الماء سرفا تفسیر کبیر و تفسیر نیشاپوری مین ہے اعلم ان لاهل اللغة فی تفسیر الاسراف قولین الاول قال ابن الاعرابی السرف
تجاوز ما حد لك الثانی قال شمر سرف المال[۲] ما ذهب منہ فی غیر منفعة اقول[۳] منفعت کے بعد بھی اگرچہ ایک تبہ زینت ہی
مگر ایک معنی پر زینت بھی بیفائدہ نہین۔ ہمارے کلام کا ناظر خیال کرسکتا ہے کہ ان تمام تعریفات مین سب سے جامع و نافع و واضح تر تعریف
اول ہے اور کیون نہ ہو کہ یہ اوس عبد اللہ کی تعریف ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علم کی گٹھری فرماتے اور جو خلفائے اربعہ
رضی اللہ تعالٰی عنہم کے بعد تمام جہان سے علم مین زائد ہے اور جو ابو حنیفہ جیسے امام الائمہ کا مورث علم ہے رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہ وعنہم
اجمعین تبذیر[ف۲] کے باب مین علما کے دو قول ہین (۱) وہ اور اسراف دونون کے معنی ناحق صرف کرنا ہین اقول[۵] یہی صحیح ہے
کہ یہی قول حضرت عبد اللہ بن مسعود و حضرت عبد اللہ بن عباس و عامہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا ہے قول اول کی حدیث مین
اسکی تصریح گزری اور وہی حدیث بطریق آخر ابن جریر نے یون روایت کی کنا اصحاب محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نتحدث
ان التبذیر النفقة فی غیر حقہ سعید بن منصور سنن اور بخاری ادب مفرد اور ابن جریر و ابن منذر تفاسیر اور بیہقی شعب الایمان
مین عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی المبذر المنفق فی غیر حقہ ابن جریر کی ایک روایت اونسے یہ ہے المنفق
فی الباطل فان المبذر هو المسرف فی غیر حق وقال مجاهد لو انفق انسان مالہ کلہ فی الحق ما کان تبذیرا ولو انفق مدا
فی الباطل کان تبذیرا نیز قتادہ سے راوی التبذیر النفقة فی معصیة اللہ تعالٰی وفی غیر الحق وفی الفساد نہایہ و مختصر امام
سیوطی مین ہے المباذر والمبذر المسرف فی النفقة نیز مختصر مین ہے الاسراف التبذیر قاموس مین ہے بذرہ تبذیرا خربہ وفرقہ
اسرافا تعریفات السید مین ہے التبذیر تفریق المال علی وجہ الاسراف اسیطرح مختار الصحاح مین اسراف کو تبذیر اور تبذیر کو
اسراف سے تفسیر کیا (۲) اونمین فرق ہے تبذیر خاص معاصی مین مال برباد کرنیکا نام ہے ابن جریر عبد الرحمن بن زید بن اسلم مولائے
امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی لا تبذر تبذیرا لا تعط فی المعاصی اقول[۶] اس تقدیر پر اسراف تبذیر سے

ف ۳۷۲: معروضہ علی من نقل عنہ السید
[۱] وقع ههنا فی النسخ تفسیر النیسابوری المطبوعة بمصر عن العین بدل ابن الاعرابی
[۲] هکذا هو المال باللام فی کلا التفسیرین وقضیة التاج انہ الماء بالهمزة ۱۲ منہ
ف ۲: تبذیر و اسراف کے معانی میں فرق کی بحث

عام ہوگا کہ ناحق صرف کرنا عبث میں صرف کو بھی شامل اور عبث مطلقاً گناہ نہیں تو ازانجا کہ اسراف ناجائز ہے یہ صرف معصیت ہوگا مگر جسمیں صرف کیا وہ خود معصیت نہ تھا اور عبارت لا تعط فی المعاصی کا ظاہر یہی ہے کہ وہ کام خود ہی معصیت ہو بالجملہ تبذیر کے مقصود وحکم دونوں معصیت ہیں اور اسراف کو صرف حکم میں معصیت لازم وھذا ھو المشتھر الیوم ووقع فی التاج عن شیخہ عن ائمۃ الاشتقاق ان التبذیر یفضل الاسراف فی عرف اللغۃ اھ وبہ صرح العلامۃ الشھاب فی عنایۃ القاضی ومفادہ ان التبذیر اعم ولعم یلسراہ بعض نے یوں فرق کیا کہ مقدار میں حد سے تجاوز اسراف ہے اور بےموقع بات میں صرف کرنا تبذیر دونوں بُرے ہیں اور تبذیر بدتر۔ قال الخفاجی وفرق بینھما علی ما نقل فی الکشف بان الاسراف تجاوز فی الکمیۃ وھو جھل بمقادیر الحقوق والتبذیر تجاوز فی موقع الحق وھو جھل بالکیفیۃ وبمواقعھا وکلاھما مذموم والثانی ادخل فی الذم اھ اس تقدیر پر دونوں متباین ہونگے **اقول** اگرچہ مقدار سے زیادہ صرف بھی بےموقع بات میں صرف ہے کہ وہ مصرف اس زیادت کا موقع ومحل نہ تھا ورنہ اسراف ہی نہ ہوتا مگر بےموقع سے مراد یہ ہے کہ سرے سے وہ محل اصلاً مصرف نہ ہو **بالجملہ** احاطۂ کلمات سے روشن ہوا کہ وہ قطب جنپر ممانعت کے افلاک دورہ کرتے ہیں دو ہیں ایک مقصد معصیت دوسرا بیکار اضاعت اور حکم دونوں کا منع وکراہت **اقول** معصیت تو خود معصیت ہی ہے ولہذا اوسمیں منع مال ضائع کرنے پر موقوف نہیں اور غیر معصیت میں جبکہ وہ فعل فی نفسہ گناہ نہیں لاجرم ممانعت میں اضاعت ملحوظ ولہذا عام تفسیرات میں لفظ انفاق ماخوذ کہ مفید خرچ واستہلاک ہے کہ اہم بالافادہ یہی ہے معاصی میں صرف معصیت ہونا تو بدیہی ہے زید نے سونے چاندی کے کڑے اپنے ہاتھوں میں ڈالے یہ اسراف ہوا کہ فعل خود گناہ ہے اگرچہ تھوڑی دیر پہننے سے کڑے خرچ نہ ہوجائینگے اور بلاوجہ محض اپنی جیب میں ڈالے پھرتا ہے تو اسراف نہیں کہ نہ فعل گناہ ہے نہ مال ضائع ہوا اور اگر دریا میں پھینک دیے تو اسراف ہوا کہ مال کی اضاعت ہوئی اور اضاعت کی ممانعت پر حدیث صحیح ناطق صحیح بخاری وصحیح مسلم میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اللہ تعالٰی کرہ لکم قیل وقال وکثرۃ السؤال واضاعۃ المال بیشک اللہ تعالٰی تمہارے لیے مکروہ رکھتا ہے فضول بک بک اور سوال کی کثرت اور مال کی اضاعت یہ تحقیق معنی اسراف ہے جسے محفوظ وملحوظ رکھنا چاہیے کہ آئندہ انکشاف احکام اسی پر موقوف وباللہ التوفیق **فائدہ** یہاں سے ظاہر ہوا کہ وضو وغسل میں تین بار سے زیادہ پانی ڈالنا جبکہ کسی غرض صحیح سے ہو ہرگز اسراف نہیں کہ جائز غرض میں خرچ کرنا نہ خود معصیت ہے نہ بیکار اضاعت۔ اسکی بہت مثالیں اون پانیوں میں ملیں گی جنکو ہمنے آب مستعمل سے مستثنٰی بتایا نیز تبرید وتنظیف کی دو مثالیں ابھی گزریں اور انکے سوا علمائے کرام نے دو صورتیں اور ارشاد فرمائی ہیں جنمیں غرض صحیح ہونے کے سبب اسراف نہ ہوا (۱) ایک وضو علی الوضو کی نیت کرے کہ نور علی نور ہے (۲) اگر وضو کرتے میں کسی عضو کی تثلیث میں شک واقع ہو تو کم پر بنا کرکے تثلیث کامل کرلے مثلاً شک ہوا کہ مونھ یا ہاتھ یا پاؤں شاید دو ہی بار دھویا تو ایکبار اور دھولے اگرچہ واقع میں یہ چوتھی بار ہو اور ایکبار کا خیال ہوا

ف۱ مسئلہ: اسراف کہ شرعاً ناجائز وگناہ ہے صرف دو صورتوں میں ہوتا ہے ایک یہ کہ کسی گناہ میں صرف واستعمال کریں دوسرے بیکار محض مال ضائع کریں۔

ف۲ مسئلہ: اون صحیح غرضوں کا بیان جنکے لیے وضو وغسل میں تین تین بار سے زیادہ اعضا کا دھونا داخل اسراف نہیں بلکہ جائز ومستحسن ہے۔

تو دوبارا اور یہ شک پڑا کر دھویا ہی نہیں تو تین بار دھوئے اگرچہ واقع کے لحاظ سے چھ بار ہو جائے یہ اسراف نہیں کہ اطمینان قلب حاصل کرنا غرض صحیح ہے۔ ہم امر چہارم میں ارشاد اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بیان کر آئے کہ دع ما یریبک الی مالا یریبک شک کی بات چھوڑ کر وہ کر جسمین شک نہ ہو کافی امام حافظ الدین نسفی میں ہے ھذا (ای وعید الحدیث من زاد علی ھذا او نقص فقد تعدی وظلم) اذا زاد معتقدا ان السنۃ ھذا فاما لو زاد لطمانینۃ القلب عند الشک او بنیۃ وضوء اخر فلا باس بہ لانہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم امر بترک ما یریبہ الی مالا یریبہ فتح القدیر میں قول ہدایہ الوعید لعدم رؤیتہ سنۃ کے تحت میں ہے فلو راٰہ وزاد لقصد الوضوء علی الوضوء او لطمانینۃ القلب عند الشک او نقص لحاجۃ لا باس بہ عنایہ میں ہے اذا زاد لطمانینۃ القلب عند الشک او بنیۃ وضوء اخر فلا باس بہ فان الوضوء علی الوضوء نور علی نور وقد امر بترک ما یریبہ الی مالا یریبہ حلیہ میں ہے الوعید علی الاعتقاد المذکور دون نفس الفعل وعلی ھذا مشی فی الھدایۃ والمحیط رضی الدین والبدائع ونص فی البدائع انہ الصحیح لان من لم یر سنۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فقد ابتدع فیلحقہ الوعید وان کانت الزیادۃ علی الثلاث لقصد الوضوء علی الوضوء او لطمانینۃ القلب عند الشک فلا یلحقہ الوعید وھو ظاہر وھل لو زاد علی الثلث من غیر قصد لشیئ مما ذکر یکرہ الظاھر نعم لانہ اسراف اسیطرح نہایہ ومعراج الدرایہ ومبسوط وسراج وہاج وبرجندی ودرمختار وعلمگیری وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے مگر بعض متاخرین شراح کو ان صورتوں میں کلام واقع ہوا **صورت اولے** میں تین وجہ سے **وجہ اول** وضو[ف۱] عبادت مقصودہ نہیں بلکہ نماز وغیرہ کے لیے وسیلہ ہے ہمارے علما کا اسپر اتفاق ہے تو جبتک اوس سے کوئی فعل مقصود مثل نماز یا سجدۂ تلاوت یا مس مصحف واقع نہ ہولے اوسکی تجدید مشروع نہ ہونی چاہیے کہ اسراف محض ہو گی یہ اعتراض محقق ابرہیم حلبی کا ہے خلاصہ میں اعضائے وضو چار بار دھونے کی کراہت میں دو قول نقل کر کے فرمایا تھا ھذا اذا لم یفرغ من الوضوء فان فرغ ثم استانف الوضوء لا یکرہ بالاتفاق بعینہ اسیطرح تاتارخانیہ میں امام ناطفی سے ہے کافی ش اس سے ثابت کہ ایک وضو سے فارغ ہو کر معاً بہ نیت وضو علی الوضو دوسرا وضو شروع کر دینا ہمارے یہاں بالاتفاق جائز ہے اور کسی کے نزدیک مکروہ نہیں اسپر علامہ حلبی نے وہ اشکال قائم کیا اور علامہ علی قاری نے مرقاۃ باب سنن الوضوء فصل ثانی میں زیر حدیث فمن زاد علی ھذا فقد اساء وتعدی اونکی تبعیت کی **اقول**[ف۲] **اولاً** جب ائمہ ثقات نے ہمارے علما کا اتفاق نقل کیا اور دوسری جگہ سے خلاف ثابت نہیں تو بحث کی کیا گنجائش **ثانیاً**[ف۳] عبادت غیر مقصودہ بالذات ہونے پر اتفاق سے یہ لازم نہیں کہ وہ وسیلہ ہی ہو کر جائز ہو بلکہ فی نفسہ بھی ایک نوع مقصودیت سے حظ رکھتا ہے ولہذا اجماع ہے کہ ہر وقت[ف۴] باوضو رہنا ہر حدث کے بعد معاً وضو کرنا مستحب ہے فتاوے قاضی خان وخزانۃ المفتین وفتاوے ہندیہ وغیرہا میں وضوئے مستحب کے شمار میں ہے ومنھا المحافظۃ علی الوضوء وتفسیرہ ان یتوضأ کلما احدث لیکون علی الوضوء فی الاوقات کلھا بلکہ امام رکن الاسلام محمد بن ابی بکر نے

ف۱ مسئلہ: بعض نسخ فولاکردن منتخب وضو اور سیدنا وقت منتخب ہے اگر پہلے وضو سے کوئی نماز یا سجدۂ تلاوت وغیرہ ادا نہ کیا ہو مگر بعض نے کہا جب تک کوئی عبادت ادا نہ کی ہو تجدید وضو مکروہ ہے اور بعض نے کہا بلا ضرورت ایک بار اور اگر تین بار سے زیادہ ہو تو ان کا ایک کے بعد وضو کرنا مکروہ ہے۔ ف: کی تحقیق کہ ہمارے ائمہ کا کلام اور نیز احادیث خیر الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام مطلقاً تجدید وضو کو مستحب فرماتی ہیں اور ان قیدوں کا کوئی ثبوت ظاہر نہیں

ف۲ تطفل علی الغنیۃ وعلی القاری

ف۳ تطفل آخر علیہما

ف۴ مسئلہ: ہر وقت باوضو رہنا مستحب ہے اور اس کے فضائل

شرعۃ الاسلام مین وسے اسلام کی سنتون سے بتایا فرماتے ہین المحافظۃ علی الوضوء سنۃ الاسلام اھ ۔ اور علی شرح مفاتیح الجنان
ومصابیح الجنان مین بستان العارفین امام فقیہ ابو اللیث سے ہے بلغنا ان اللہ تعالی قال لموسی علیہ الصلوۃ والسلام یا موسی
اذا اصابتک مصیبۃ وانت علی غیر وضوء فلا تلومن الا نفسک یعنی ہمکو حدیث پہنچی کہ اللہ عزوجل نے موسی علیہ الصلاۃ
والسلام سے فرمایا اے موسے اگر بے وضو ہونیکی حالت مین تجھے کوئی مصیبت پہنچے تو خود اپنے آپکو ملامت کرنا۔ اوسی مین کتاب
خالصۃ الحقائق ابو القاسم محمود بن احمد فارابی سے ہے قال بعض اھل المعرفۃ من داوم علی الوضوء اکرمہ اللہ تعالی بسبع
خصال الخ یعنی بعض عارفین نے فرمایا جو ہمیشہ باوضو رہے اللہ تعالی اوسے سات فضیلتون سے مشرف فرمائے ملائکہ اوسکی صحبت
مین رغبت کرین قلم اوسکی نیکیان لکھتا رہے اوسکے اعضا تسبیح کرین اوسے تکبیر اولے فوت نہ ہو جب سوئے اللہ تعالی کچھ
فرشتے بھیجے کہ جن وانس کے شر سے اوسکی حفاظت کرین سکرات موت اوسپر آسان ہو جبتک باوضو ہو امان الہی مین رہے
اوسیمین بحوالہ مقدمہ غزنویہ وخالصۃ الحقائق انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا
کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے من احدث ولم یتوضا فقد جفانی جسے حدث ہوا اور وضو نہ کرے اوس نے میرا کمال ادب جیسا چاہیے
لمحوظ نہ رکھا اقول مگر ظاہرا یہ حدیث بے اصل ہے تشھد بہ قریحۃ من نظرہ فیہ بتمامہ وایضا لو صح لوجبت استدامۃ
الوضوء ولا قائل بہ واللہ تعالی اعلم ثالثا وہ تنظیف ہے اور دین کی بنا نظافت پر ہے اور شک نہین کہ تجدید موجب تنظیف
مزید۔ ولہٰذا جمعہ وعیدین وعرفہ واحرام ووقوف عرفات ووقوف مزدلفہ وحاضری حرم وحاضری سرکار اعظم ودخول منی ورمی جمار
ہر سہ روز وشب برات وشب قدر وشب عرفہ وحاضری مجلس میلاد مبارک وغیرہا کے غسل مستحب ہوئے درمختار مین قول ماتن سن
لصلاۃ جمعۃ وعید الخ کے بعد ہے وکذا الدخول المدینۃ ولحضور مجمع الناس الخ ان سب مین نماز کے لیے وسیلہ ہونا
کہان کہ جنابت نہین رابعا اگر وسیلہ ہی ہوکر مشروع ہوتا تو ایکبار کوئی فعل مقصود کر لینے کے بعد بھی تجدید مکروہ ہی رہتی
کہ پہلا وضو جبتک باقی ہے وسیلہ باقی ہے تو دوبارہ کرنا تحصیل حاصل وبیکار واسراف ہے خامسا بلکہ چاہیے تھا کہ شرع مطہر وضو
مین تثلیث ہی مسنون نہ فرماتی کہ وسیلہ تو ایکبار دھونے سے حاصل ہو گیا اب دوبارہ سہ بارہ کس لیے سادسا رزین نے
عبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم توضأ مرتین مرتین وقال
ھو نور علی نور یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے وضو مین اعضائے کریمہ دو دو بار دھوئے اور فرمایا یہ نور پر نور ہے ایک ہی
بار کے دھونے مین نور حاصل تھا پھر دوبارہ اور سہ بارہ نور پر نور لینا فضول نہ ہوا تو اسپر اور زیادت کیون فضول ہوگی حالانکہ اونھین
رزین کی حدیث مین ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہین الوضوء علی الوضوء نور علی نور وضو پر وضو نور پر نور ہے سابعا
ابوداود وترمذی وابن ماجہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہین من توضأ

علی طہر کتب لہ عشر حسنات جو باوضو وضو کرے اوسکے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں مناوی نے تیسیر میں کہا ای عشر وضوءات یعنی دس بار وضو کرنے کا ثواب لکھا جائے ظاہر ہے کہ حدیثوں میں فصل نماز وغیرہ کی قید نہیں تو مشائخ کرام کا اتفاق اور حدیث کریم کا اطلاق دونوں متوافق ہیں اسی بنا پر سیدی عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی رحمہ اللہ تعالٰی نے یہاں محقق حلبی کا خلاف فرمایا رد المحتار میں ہے لکن ذکر سیدی عبد الغنی النابلسی ان المفهوم من اطلاق الحدیث مشروعیته ولو بلا فصل بصلٰوۃ او مجلس اخر ولا اسراف فیما هو مشروع اما لو کررہ ثالثا اورابعا فیشترط لمشروعیته الفصل بما ذکر والا کان اسرافا محضا اھ فتامل اھ اقول لکن اطلاق الحدیثین یشمل الثالث والرابع ایضا وایضا اذا لم یکن اسرافا فی الثانی لم یکن فی الثالث والرابع وکان المولی النابلسی قدس سرہ القدسی نظر الی لفظ الوضوء علی الوضوء فھما وضوآن فحسب وکذلک من توضأ علی طھر اقول وھذہ لا یخفی فقولہ تعالٰی وھنا علی وھن لا یدل ان ھناک وھنین فقط وکان الشامی الی ھذا اشار بقولہ تأمل تأمل وسیأتی ملخص کلام العارف مع الکلام علیہ قریبا ان شاء اللہ تعالٰی ثامنا اقول حل یہ ہے کہ جو وضو فرض ہے وہ وسیلہ ہے کہ شرط صحت یا جواز ہے اور شروط وسائل ہوتے ہیں مگر جو وضو مستحب ہے وہ صرف ترتب ثواب کے لیے مقرر فرمایا جاتا ہے تو قصد ذاتی سے خالی نہیں اگرچہ دوسرے عمل مستحب فیہ میں حسن بڑھے کہ مستحب کی یہی شان ہے کہ وہ اکمال سنن کے لیے ہوتا ہے اور سنن اکمال واجب اور واجب اکمال فرض اقول اور فرض اکمال ایمان کے لیے اس سے اونکا غیر مقصود ہونا لازم نہیں آتا خلاصہ وبزازیہ وخزانۃ المفتین میں ہے الواجبات اکمال الفرائض والسنن اکمال الواجبات والاداب اکمال السنن درمختار باب ادراک الفریضہ میں ہے یاتی بالسنۃ مطلقا ولو صلی منفردا علی الاصح لکونھا مکملات اوسکی بحث تراویح میں ہے ھی عشرون رکعۃ حکمتہ مساواۃ المکمل للمکمل ولہذا ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ وضوئے بے نیت پر ثواب نہیں بحرالرائق میں ہے اعلم ان النیۃ لیست شرطا فی کون الوضوء مفتاحا للصلٰوۃ قیدنا بقولنا فی کونہ مفتاحا لانھا شرط فی کونہ سببا للثواب علی الاصح اور مستحب پر ثواب ہے تو وضوئے مستحب محتاج نیت ہوا اور وسائل محضہ محتاج نیت نہیں ہوتے فتح القدیر وبحرالرائق میں ہے اذا لم ینو حتی لم یقع عبادۃ سببا للثواب فھل یقع الشرط المعتبر للصلٰوۃ حتی تصح بہ اولا قلنا نعم لان الشرط مقصود التحصیل لغیرہ لا لذاتہ فکیف حصل حصل المقصود وصار کستر العورۃ وباقی شروط الصلٰوۃ لا یفتقر اعتبارھا الی ان تنوی تو ثابت ہوا کہ وضوئے مستحب وسیلہ نہیں وھو المقصود والحمد للہ الودود تاسعا محقق حلبی کا یہ استثنا کرنا کہ اکیلا سجدہ (یعنی سجدۂ تلاوت وسجدۂ شکر کے سوا محض سجدۂ بے سبب) جبکہ عبادت مقصودہ نہ تھا تو علما نے اوسپر حکم کراہت دیا تو وضوئے جدید کی کراہت بدرجۂ اولٰی اقول خود محقق رحمہ اللہ نے آخر غنیہ میں

سجدہ نماز و سہو و تلاوت و نذر و شکر پانچ سجدے ذکر کرکے فرمایا اما بغیر سبب فلیس بقربۃ ولا مکروہ یعنی سجدۂ بے سبب میں نہ ثواب نہ کراہت نقلہ عن المجتبٰی مقرا علیہ ونقلہ عن الغنیۃ فی رد المحتار ایضا واقرہ ھنا واعتمد ذلک ثمہ الا ان یحمل ما ھنا علی کراھۃ التنزیہ وما ثم علی نفی المأثم ای کراھۃ التحریم فیتوافقان لکن یحتاج[۵۲۴] الحکم بکراھتہ ولو تنزیھا الی دلیل یفیدہ شرعا کما تقدم وھو لم یستند ھنا الی نقل فاللہ تعالٰی اعلم عاشر اقول[۵۲۵] وباللہ التوفیق سجدہ سب سے زیادہ خاص حاضری دربار ملک الملوک عز جلالہ ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اقرب ما یکون العبد من ربہ وھو ساجد فاکثروا الدعاء سب حالتوں سے زیادہ سجدہ میں بندہ اپنے رب سے قریب ہوتا ہے تو اوس میں دعا بکثرت کرو رواہ مسلم وابوداود والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور دربار شاہی میں بے اذن حاضری جرأت ہے اور سجدۂ بے سبب کے لیے اذن معلوم نہیں ولہذا شافعیہ کے نزدیک حرام ہے کما صرح بہ الامام الاردبیلی الشافعی فی الانوار اس بنا پر اگر سجدۂ بے سبب مکروہ ہو تو وضو کا اوس پر قیاس محض بلا جامع ہے رابعا علامہ شامی کا اوسکی تائید میں فرمانا کہ یہ ابن عماد میں ہے قال فی شرح المصابیح انما یستحب الوضوء اذا صلی بالوضوء الاول صلٰوۃ کذا فی الشرعۃ والقنیۃ اھ وکذا ما قالہ المناوی فی شرح الجامع الصغیر حدیث من توضأ علی طھر ان المراد الوضوء الذی صلی بہ فرضا او نفلا کما بینہ فعل راوی الخبر ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما فمن لم یصل بہ شیئا لا یسن لہ تجدیدہ اھ ومقتضی ھذا کراھتہ وان تبدل المجلس ما لم یؤد بہ صلٰوۃ او نحوھا اھ اقول[۵۲۶] شرعۃ الاسلام میں اسکا پتا نہیں اوس میں صرف اسقدر ہے التطھر لکل صلٰوۃ سنۃ النبی علیہ الصلٰوۃ والسلام ہاں سید علی زادہ نے اوسکی شرح میں مضمون مذکور شرح مصابیح سے نقل کیا اور اوس سے پہلے صاف تعمیم کا حکم دیا حیث قال فالمؤمن ینبغی ان یجدد الوضوء فی کل وقت وان کان علی طھر قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من توضأ علی طھر کتب لہ عشر حسنات وقال فی شرح المصابیح تجدید الوضوء فی کل وقت انما یستحب اذا صلی بالوضوء الاول صلٰوۃ والا فلا اھ قلت[۵۲۷] وبہ ظھر ان قولہ کذا فی الشرعۃ ای شرحھا اشارۃ الی قولہ قال فی شرح المصابیح لا داخل تحت قال بہرحال اولا[ف۱] قنیہ کا حال ضعف معلوم ہے اور شرح شرعہ بھی مبسوط و ہدایہ و عنایہ و معراج الدرایہ و کافی و فتح القدیر و حلیہ و سراج و خلاصہ و ناطفی میں کسی کے معارض نہیں ہو سکتی نہ کہ اونکا اور اونکے ساتھ اور کتب کثیرہ سب کے مجموع کا معارضہ کرے پھر اعتبار منقول عنہ کا ہے اور شرح[ف۳] مصابیح شروح حدیث سے ہے معتمدات فقہ کا مقابلہ نہ کرینگی نہ کہ مخالف ائمہ اتفاق علامہ مصطفٰی رحمتی نے شرح مشارق ابن ملک کے نص صریح کو اسی بنا پر رد کیا اور اوسے اطلاقات کتب مذہب کے مقابل معارضہ کے قابل نہ مانا اور خود علامہ شامی نے اوسے نقل کرکے مقرر رکھا حیث قال علی قولہ لکن فی شرح المشارق لابن ملک لو وطئھا وھی نائمۃ لا یحلھا للاول لعدم ذوق العسیلۃ فیہ ان ھذا الکتاب لیس موضوعا لنقل

ف۱: تطفل ۳۰ تاسع علیھم

ف۲: معروضۃ ۱۳۰ علی العلامۃ ش

ف۳: [illegible]

المذهب والطلاق المتون والشروح یرده وذوق الغسیلة للنائمة موجود حکما لا یری ان النائم اذا وجد البلل یجب علیه الغسل وکذا المغمی علیه الخ **ثانیا** علامہ مناوی شافعی ہیں فقہ میں اونکا کلام نصوص فقہ حنفی کے خلاف کیا قابل ذکر **ثالثا** وہی مناوی اسی جامع صغیر کی شرح تیسیر میں کہ شرح کبیر کی تلخیص ہے اسی حدیث کے نیچے فرماتے ہیں فتجدید الوضوء سنة مؤکدة اذا صلی بالاول صلاة ما معلوم ہوا کہ لا بأس سے اونکی مراد نفی سنت مؤکدہ ہے وصاحب الدر اراد سری اور اوسکی نفی مقتضی کراہت نہیں کما لا یخفی **وجہ دوم** ایک جلسہ میں وضو کی تکرار مکروہ ہے سراج وہاج میں اسے اسراف کہا تو قبل تبدل مجلس وضو علی الوضو کی نیت کیونکر کرسکتا ہے۔ یہ شبہہ بحر الرائق کا ہے کہ اوسی عبارت خلاصہ پر وارد فرمایا **اقول** جس مسئلہ کی عبارت سراج سے اعتراض فرمایا وہ خود سراج کا بھی مسئلہ ہے ہندیہ میں ہے لو زاد علی الثلث لطمانینة القلب عند الشك او بنیة وضوء اخر فلا بأس به ھکذا فی النهایة والسراج الوهاج کیا کلام سراج خود اپنے مناقض ہے اور اگر ہے تو اونکا وہ کلام احق بالقبول ہوگا جو عامہ اکابر فحول کے موافق ہے یا وہ کہ اون سب کے اور خود اپنے بھی مخالف ہے لاجرم صاحب بحر کے برادر و تلمیذ نے نهر الفائق میں ظاہر کردیا کہ سراج نے ایک مجلس میں چند بار وضو کو مکروہ کہا ہے دو بار میں حرج نہیں تو اعتراض نہ رہا سراج وہاج کی عبارت یہ ہے لو تکرر الوضوء فی مجلس واحد مرارا لم یستحب بل یکره لما فیه من الاسراف اھ وهذا هو ملخذ ما قدمنا عن المولی النابلسی رحمہ اللہ تعالٰی **اقول** وباللہ التوفیق وضوئے جدید میں کوئی غرض صحیح مقبول شرع ہے یا نہیں اگر نہیں تو واجب کہ مطلقا تجدید مکروہ وممنوع ہو اگرچہ ایک ہی بار اگرچہ مجلس بدلکر اگرچہ ایک کاز پڑھکر کہ بیکار بہانا ہی اسراف ہے اور اسراف ناجائز اور اگر غرض صحیح ہے مثلاً زیادت نظافت تو وہ غرض زیادت قبول کرتی ہے یا نہیں اگر نہیں تو ایک ہی بار کی اجازت چاہیے اگرچہ مجلس بدل جائے کہ تبدل مجلس نامتزاید کو متزاید نہ کردیگا وہ کونسی غرض شرعی ہے کہ ایک جگہ بیٹھے بیٹھے تو قابل زیادت نہیں اور ہاں سے اوٹھکر ایک قدم ہٹکر بیٹھ جائے تو از سر نو زیادت پائے اور اگر ہاں تو کیا وجہ ہے کہ مجلس میں دوبارہ تکرار کی اجازت نہ ہو بالجملہ جگہ بدلنے کو اسباب میں کوئی دخل نظر نہیں آتا تو قدم قدم ہٹکر سو بار تکرار کی اجازت اور بے ہٹے ایکبار سے زیادہ کی ممانعت کوئی وجہ نہیں رکھتی احادیث بیشک مطلق ہیں اور ہمارے ائمہ کا متفق علیہ مسئلہ بھی یقیناً مطلق اور ایک و متعدد کا تفرقہ ناموجہ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم واشار فی الدر الی الجواب بوجه اخر فقال لعل کراهة تکراره فی مجلس تنزیهیة اھ ای فلا یخالف قولهم لو زاد بنیة وضوء اخر فلا بأس به لان الکلمة غالب استعمالها فی کراهة التنزیه **اقول** ویبتنی علی ما اختاره ان الاسراف مکروه تحریما لان المستثنی اذا ثبتت فیه کراهة التنزیه فلو لم تکن فی المستثنی منه الا هی لم یصح الثنیا فان قلت معا مسألة الزیادة للطمانینة عند الشك وقد حکموا علیهما بحکم واحد وهو لا بأس به وهذه الزیادة مطلوبة قطعا لقوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم دع ما یریبك فکیف یحمل علی کراهة التنزیه **قلت** المعنی لا یمنع شرعا فیشمل المکروه تنزیها

ف۱: معروضة اخری علیه
ف۲: معروضة ثالثة علیه
ف۳: مسئلہ بعض نے فرمایا ایک جلسہ میں دو دوبار وضو مکروہ ہے بعض نے فرمایا دو بار تک مستحب اس سے زائد مکروہ ہے اور مصنف کی تحقیق کہ احادیث و کلمات ائمہ مطلق ہیں اور ان تحدیدوں کا ثبوت ظاہر نہیں
ف۴: تطفل علی البحر
ف۵: تطفل علی السراج الوهاج والنهر والبحر

والمستحب هٰذا ورده فی رد المحتار لخذا من ط بانهم صرحوا بانه نور علی نور قال رضیه اشارة الی انه مندوب فکلمة لاباس وان کان الغالب استعمالها فیما ترکه اولی لکنها قد تستعمل فی المندوب کما فی البحر من الجنائز والجهاد اھ اقول [533] الندب لاینافی الکراهة فلا یبعد ان یکون مندوبا فی نفسه لما فیه من الفضیلة لکن ترکه فی مجلس واحد اولی قال فی الحلیة النفل لاینافی عدم الاولویة اھ ذکرہ فی صفة الصلاة تمسألة القراءة فی الاخریین وقال السید ط فی حواشی المراقی الکراهة لاتنافی الثواب افاده العلامة نوح اھ قاله فی فصل اللاحق بالامامة تمسألة الاقتداء بالمخالف نعم یرد علیه ما ذکرنا ان لا اثر للمجلس فیما هنا والله تعالٰی اعلم وجہ سوم یہ سب کچھ سہی پھر تجدید وضو تو بعد تکمیل وضوئے اول ہے اثنائے وضو میں تجدید کیسی۔ یہ اعتراض علامہ علی قاری کا ہے کہ مرقاۃ موضع مذکور میں اصل مسئلہ دائرہ یعنی بہ نیت وضو علی الوضو تین سے زیادہ اعضاء دھونے پر ایراد کیا والی هذا اشار ط اذ قال علی قول الدر لقصد الوضوء علی الوضوء ظاهرہ ان نیة وضوء اٰخر متحققة فی الغرفة الرابعة او الخامسة ولا کراهة والحدیث یدل علی غیر هذا اھ قلت [535] وکانه الی هذا نظر العلامة البحر فزاد علی خلاف سائر المعتمدات قید الفراغ من الاول وعزاه لاکثر شروح الهدایة مع عدمه فیها فیما اظن منه رحمه الله تعالٰی انه هو المحمل المتعین لکلامهم فقال وعلی الاقوال کلها لوزاد لطمانینة القلب عند الشك او بنیة وضوء اٰخر بعد الفراغ من الاول فلا باس به لانه نور علی نور وکذا ان نقص لحاجة لاباس به کذا فی المبسوط واکثر شروح الهدایة اھ ثم بعد هذا الحمل البعید من کلامهم کل البعد تکلم فیه باتحاد المجلس کما تقدم قال الا ان یحمل علی ما اذا اختلف المجلس وهو بعید کما لایخفی اھ اقول [536] رحمك الله ورحمنا بك اولیس ما حملتم علیه لبعید افاین الزیادة علی الثلث فی الغسلات من التجدید بعد انهاء الوضوء الاول یہ اعتراض ضرور محتاج توجیہ ہے وانا اقول [537] وبالله استعین شی کے اسباب و شروط ہوں یا احکام و آثار اوسکا ذکر اگرچہ مطلق ہو اون سب کی طرف اشعار کرے سبب و مشروط کا وجود بے سبب و شرط نہ ہوگا اگر عقلیا ہے عقلیا اور شرعیا فشرعیا کالصلاة الظهر قبل الزوال او بدون نیة نہ شی اپنے احکام و آثار سے خالی ہوگی کہ یہ دونوں فریق دو طرف تقدم و تاخر ذاتی میں لوازم وجود شی ہیں والشیئ اذا ثبت ثبت بلوازمه تبیین الحقائق مسئلہ ذکاۃ الجنین میں ہے ای اذا جرح وکلوہ وهذا مثل ما یروی انه صلی الله تعالٰی علیه وسلم اذن فی اکل لحم الخیل ای اذا ذبح لان الشیئ اذا عرف شرطه وذکر مطلقا ینصرف الیها کقوله تعالٰی اقم الصلاة ای بشروطها اب وضو دو قسم ہے واجب و مندوب۔ واجب کا سبب معلوم ہے کہ اوس چیز کا ارادہ جو بغیر اسکے حلال نہ ہو جیسے نماز یا سجدہ یا مصحف کریم کو ہاتھ لگانا اور مندوب کے اسباب کثیر ہیں از انجملہ (۱) قہقہہ سے ہنسنا (۲) غیبت کرنا (۳) چغلی کھانا (۴) کسی کو گالی دینا (۵) کوئی فحش لفظ زبان سے نکالنا (۶) جھوٹی بات صادر ہونا (۷) حمد و نعت منقبت نصیحت کے علاوہ کوئی دنیوی شعر پڑھنا (۸) غصہ آنا

(۹) غیر عورت کے حُسن پر نظر (۱۰) کسی کافر سے بدن چھو جانا اگرچہ کلمہ پڑھتا اور اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو جیسے قادیانی یا چکڑالوی یا نیچری یا آجکل کے تبرائی رافضی یا کذابی یا بہائی یا شیطانی یا خواتمی وہابی جنکے عقائد کفریہ کا بیان حسام الحرمین میں ہی یا اکثر غیر مقلد خواہ بظاہر مقلد وہابیہ کہ اون عقائد ارتداد پر مطلع ہو کر اونکو عالم دین وعمدہ مسلمین کہتے یا اللہ و رسول کے مقابل اللہ و رسول کو گالیان دینے والون کی حمایت کرتے ہین جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا جھوٹے متصوف کہ حلول واتحاد کے قائل یا شریعت مطہرہ کے صراحۃً منکر و مبطل ہین ان دسون طائفون اور انکے امثال سے مصافحہ کرنا تو خود ہی حرام قطعی وگناہ کبیرہ ہی اگر بلاقصد بھی انکے بدن سے

ن
صہ حکم شرعی بیان کرنے کو گالیان دینا کہتا اور بہت سخت بُرا مانتا ہی اور آزانجا کہ اون صریح ارتدادون کی حمایت سے قطعاً عاجز ہی باوصف ہزار ون تقاضو کے اونکا نام زبان پر نہین لاتا اور براہ گریز خدا و رسول کی جناب مین اون صریح گالیون کو بالائے طاق رکھکر سہل اختلاف مسئلۂ عطائے بعض علوم غیبیہ کیطرف بحث کو پھیرنا چاہتا ہی پھر اسمین بھی فرار و اختراع سے کام لیتا ہی اور اصل مقصود صرف اتنا کہ وہ قہر عظیم والی دشنامہائے خدا و رسول بھول مین پڑجائین اور بات این وآن کیطرف منتقل ہو اس چالاکی کا موجد امرتسر کے پرچہ اہلحدیث کا ایڈیٹر ہی دیکھو چابک لیث و ظفر الدین الطیب و رکین کش پنجہ پیچ وغیرہا یہ چالاک پرچہ ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۵ھ مین حسام الحرمین کا ذکر موبنہ پر لایا مگر یون کہ براہ عیاری اوسکے تمام مقاصد سے دامن بچاکر دو بالائی باتون امکان کذب و علم غیب کو اوسکا مبنائے بحث ٹھیرایا پھر نہین بھی امکان کذب کو الگ چھوڑ کر صرف علم غیب مین اپنی بعض فاحشہ جہالتین دکھائین جنکا رد بارہا ہو چکا اسی پرچہ کے رد مین چابک لیث بر اہل حدیث دو مجلد مین ہی پھر ۱۳ جولائی و ۲۰ اگست ۱۹۲۶ء کے پرچہ مین وہی انداز کہ اللہ و رسول کی جناب مین گالیان شیر مادر۔ قاہر مناظرون کے جواب سے گنگ و کر۔ اور اغوائے عوام کو مناظرہ کا نام زبان پر آسکے رد مین ظفر الدین الطیب چھاپ کر بھیجدیا او نتالیس ات بعد پرچہ ۲۹ رمضان مین اوسکے دیکھنے کا اقرار تو کیا مگر چال وہی کہ اوسکے تمام اعتراضات سے ایک کا بھی جواب دیا اور ایک بالائی لطیفہ جو لفظ تردید کے متعلق لکھا تھا صرف اوسکے ذکر پر اکتفا کیا کہ میری اُردو دانی پر بھی اعتراض ہی۔ ای سبحن اللہ اور وہ جو آپکے دعوے ایمان پر قاہر اعتراض ہین وہ کیا ہوئے وہ جو ثابت کیا تھا کہ تمنے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جیتا افترا اوٹھایا اور اوسپر تمہاری حدیث دانی سے بارہ سوال تھے وہ کدھر گئے۔ خیر اسکے جواب مین رسالہ کین کش پنجہ پیچ بر ایڈیٹر اے لیج رجسٹری شدہ بھیجا آج پچیس دن ہوئے اوسکا بھی ذکر غائب۔ مگر بکمال حیا بعد کے بعض پرچون وہی رٹ موجود خدا جانے ان صاحبون کے نزدیک مناظرہ کس شی کا نام ہی۔ انکے سیکھنے کو بھی چال ایک گمنام صاحب چاند پوری دیوبندی دربھنگی چلے۔ دشنامی اکابر جنکے رد مین پینتیس سال سے بکثرت رسائل آستانہ علیہ رضویہ سے شائع ہو رہے ہین اور انکو خود اقرار ہی کہ آجتک ایک پرچہ کا جواب دے سکے بلکہ ٹرے بڑون نے مناظرہ سے عجز کا صاف صاف اقرار کیا بلکہ لکھ دیا (دیکھو رسالہ دفع زیغ و رسالہ بطش غیب) اب انکی حمایت مین بجتے ہوئے مناظرے یون ہین چھوڑ کر یہ دربھنگی صاحب سوال علی السوال لیکر چلے اور ایک ہمینے رسالہ بنام اسکات المعتدی چھاپا اور بعنایت الٰہی خود بھی اس سلے مین صاف قرار کر دیا کہ اونکے تمام اکابر آجتک لاجواب ہین۔ یہ رسالہ یہان ۹ شعبان کو پہنچا اور ۱۰ شعبان کو اوسکا رد ظفر الدین الطیب چھپا ہوا طیار تھا کہ اوسی دن جلسہ رسالہ اہلسنت مین شائع کر دیا اور ۱۲ شعبان کو انکے سرآمد کے پاس رجسٹری شدہ اور اتباع کے یہان نام بنام بھیجدیا سنا آٹھ رات کے بعد دربھنگی صاحب بولے تو یہ بولے کہ رسالہ کسی کو بھیجا ہی نہین اور ایک خط اوسی چالاکی پر مشتمل بھیجا کہ صرف دو مسئلہ امکان کذب وعلم غیب مین اختلاف ہی وبس یعنی وہ شدید شدید گالیان کہ انکے اکابر نے اللہ و رسول کو لکھ لکھکر چھاپین اصلا کوئی قابل پرواہ بات نہین اس خط کے جواب مین معاً دو رسالے تصنیف ہو کر رجسٹری شدہ اونکے پاس روانہ ہوئے اول بارش سنگی دوم پیکان جانگداز بر جان مکذبان بے نیاز اس دوسرے مین گریز والے صاحبون کی وہ ہوس بھی پوری کر دی یعنی مسئلۂ امکان کذب و علم غیب ہی مین مناظرہ تازہ کر دیا۔ رجسٹری رسید طلب تھی ڈاک کی رسید تو آئی مگر آج پچاس دن ہوئے وہ بھی سو رہے حالانکہ اونکو صرف دس دن کی مہلت تھی مسلمانو للہ انصاف یہ ان مدعیان دین و دیانت کی حالت ہی موبنہ بھر کر اللہ و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سخت سخت گالیان دین پھر جب مسلمان اوسپر مواخذہ کرین جواب دین۔ سوالات جائین جواب غائب۔ رسائل جائین جواب غائب۔ رجسٹریان جائین جواب غائب۔ مناظرہ سے اپنا عجز صاف صاف لکھدین کہدین اپنے اکابر کا لاجواب ہونا قبول کرین چھاپ دین اور پھر عوام کے بہکانے کو مناظرہ مناظرہ کی پکار۔ اوس پکار پر جو گرفت ہو اوسکے جواب سے پھر فرار اور وہی پکار اس حیا کی کوئی حد ہی۔ سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذا لم تستحی فاصنع ما شئت جب تجھے حیا نہو تو جو چاہے کر ع بیحیا باش ہرچہ خواہی کن ÷ ہان ہان ای اللہ و رسول کو گالیان دینے والو کہ مسلمان اللہ و رسول سے معاذ اللہ ایسے بے علاقہ ہو گئے کہ تم اونھین گالیان لکھ لکھکر چھاپو اور وہ بے پرواہی کرکے ٹال دین۔ نہین نہین ضرور تمھین دو باتون سے ایک کا نی ہو گی یا تو خدا توفیق دے اون گالیون سے صراحۃً توبہ کرو جس طرح اونکی اشاعت کی اوسی صاف صاف اپنی توبہ اور اپنے حکم دشنام کا اعتراف چھاپو یا اون تمام رسائل وکتب کا جواب دو جواب دو۔ جواب دو۔ اسکے سوا تمہارے حیلے حوالے ٹالے بالے ہرگز نہ سُنے جائینگے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ○ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ۱۲ عبدہ محمد ظفر الدین القادری غفرلہ ۱ ان تمام فریب بطوائف کا رد کافی وشافی کتاب مستطاب المعتمد المستند و کتاب جواب حسام الحرمین و کتاب کامل النصاب تمہید ایمان بآیات قرآن ظفر الدین الجید ظفر الدین الطیب وغیرہا مین ملاحظہ ہو سوا فرقہ چکڑالویہ کے کہ تالیف المعتمد المستند تک اسکا کوئی تذکرہ ان بلاد مین نہ آیا تھا یہ کتابین بریلی مطبع اہلسنت وجماعت کے پتے سے مولوی حکیم حسنین رضاخان صاحب سلمہ سے مل سکتی ہین المعتمد المستند عربی زبان مین ۲۴۸ صفحہ مین ہی قیمت (عہ) تمہید ایمان بآیات قرآن مین صرف آیات قرآنیہ سے بتایا ہی کہ ایمان کے یہ معنی ہین اللہ و رسول جل وعلا کی تعظیم ومحبت ایسی ہو تو مسلمان ہی اللہ و رسول کو گالیان دینا کفر ہی۔ ایسون کے کفر مین جو خود یہ لوگ اور آجکل کے بعض آزاد خیال والے حیلے حوالے نکالتے ہین نہایت سلیس و مہذب بیان مین قرآن مجید سے اونکا جواب ہی یہ وہ کتاب ہی جسکا دیکھنا ہر مسلمان کو نہایت ضروری ہی حسام الحرمین اکابر علمائے حرمین شریفین کی مُہری تصدیقات وفتاوی ہین جنمین ان دشنام دہندون کا حکم شرعی ہی اوسکا مطالعہ ہر مسلمان بننا ہی دونون کا مجموعہ ۵ ا جز ہدیہ ۱۲ ارا ور یکم محرم ۱۳۴۵ھ سے ۱۲ ربیع الاول تک آٹھ چھپی گئے ظفر الدین الجید و ظفر الدین الطیب۔ اون دشنامیون کے فرار وعیاریون کے اظہار مین۔ حجم سوا دو جز قیمت (۱/) مسلمان اپنا دینی فائدہ حاصل کرین وباللہ التوفیق ۱۲ سید عبدالرحمٰن عفا عنہ

محرم الحرام ۱۳۴۵ھ

بدن چھو جائے تو وضو کا اعادہ مستحب ہے (۱۱) ناخن سے گنتی تک اپنے ہاتھ کا کوئی حصہ اگرچہ کھجانے مین اگرچہ بھولے سے بلا حائل اپنے ذکر کو لگ جانا (۱۲) ہتھیلی یا کسی اونگلی کا پیٹ اپنے یا پرائے ستر غلیظ یعنی ذکر یا فرج یا دبر کو بے حائل چھو جانا اگرچہ وہ دوسرا آدمی کتنا ہی چھوٹا بچہ یا مردہ ہو (۱۳) نامحرم عورت کے کسی حصہ جلد سے اپنا کوئی حصہ جلد بے حائل چھو جانا اگرچہ اپنی زوجہ ہو اگرچہ عورت مردہ یا بڑھیا ہو اگرچہ نہ قصد ہو نہ شہوت چاہیے نہ لذت پائے جبکہ وہ عورت بہت صغیرہ چار پانچ برس کی بچی ہو (۱۴) اگر اوس چھو جانے سے لذت آئی تو نامحرم کی بھی قید نہین نہ جلد کی خصوصیت نہ بے حائل کی ضرورت مثلاً رقیق یا متوسط حائل کے اوپر سے اپنی بہن یا بیٹی کے بال سے مس ہو جانے پر اتفاقاً لذت کا آجانا جبکہ عورت قابل لذت ہو اور حائل بہت بھاری مثل رضائی وغیرہ کے نہ ہو (۱۵) نامحرم عورت قابل لذت کو بقصد شہوت چھونا اگرچہ حائل کتنا ہی بھاری ہو اگرچہ اپنی زوجہ ہو اگرچہ لذت نہ پائے مثلاً لحاف کے اوپر سے اوسکے بالون پر ہاتھ رکھنا اور اسکے سوا اور بہت صورتین ہین اور ایک اصل کلی یہ ہے کہ جس بات سے کسی امام مجتہد کے مذہب مین وضو جاتا رہتا ہو اوسکے وقوع سے ہمارے مذہب مین اعادہ وضو مستحب ہے در مختار مین ہے الوضوء مندوب فی نیف وثلثین موضعا ذکرتھا فی الخزائن منھا بعد کذب وغیبۃ وقہقہۃ وشعر واکل جزور وبعد کل خطیئۃ وللخروج من خلاف العلماء اھ اقول والحقت النمیمۃ لانھا کالغیبۃ او اشد ثم رایتھا فی میزان الامام الشعرانی وغیرہ والحقت الفحش لانہ اخنا من الشعر وبما یدخل فی قولہ کل خطیئۃ والشتم لانہ اخبث واخنع ثم رایت التصریح بہ فی انوار الشافعیۃ رد المحتار مین ہے منھا الغضب ونظر لمحاسن امرأۃ وبعد کذب وغیبۃ لانھما من النجاسات المعنویۃ ولذا یتنحی عن الکاذب نتن یتباعد منہ الملک الحافظ کما فی الحدیث وکذا المخبر صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عن ریح منتنۃ بانھا ریح الذین یغتابون الناس والمومنین ولا لف ذلک منا وامتلاءِ انوفنا منھا لا تظھر لنا کالساکن فی محلۃ الدباغین وقہقہۃ لانھا لما کانت فی الصلوۃ جنایۃ تنقض الوضوء اوجبت نقصان الطہارۃ خارجھا فکان الوضوء منھا مستحبا کما ذکرہ سیدی عبد الغنی النابلسی فی نہایۃ المراد علی ہدیۃ ابن العماد وشعر ای قبیح وللخروج من خلاف العلماء کمس ذکرہ وامرأۃ اھ ملتقطا میزان امام شعرانی قدس سرہ الربانی میں ہے سمعت سیدی علیا الخواص رحمہ اللہ تعالی یقول وجہ من نقض الطہارۃ بالقہقہۃ او نوم الممکن مقعدہ او مس ابط فیہ صنان او مس ابرص او اجذم او کافر او صلیب او غیر ذلک مما وردت فیہ الاخبار الاخذ بالاحتیاط قال وجمیع النواقض متولدۃ من الاکل ولیس لنا ناقض من غیر الاکل ابدا فلولا الاکل والشرب ما اشتھینا المس النساء ولا تکلمنا بغیبۃ ولا نمیمۃ اھ بالالتقاط کتاب الانوار امام یوسف اردبیلی مین ہے لا ینتقض بالکذب والشتم والغیبۃ والنمیمۃ والغضب ویستحب فی الکل للخلاف فتح المعین بشرح قرۃ العین للعلامۃ زین الشافعی تلمیذ ابن حجر المکی مین ہے یندب الوضوء من لمس یہودی ونظر بشہوۃ ولو الی محرم وتلفظ بمعصیۃ وغضب رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ مین ہے اتفقوا علی ان من مس فرجہ بعضو غیر یدہ لا ینتقض وضوءہ واختلفوا فیمن مس ذکرہ بیدہ فقال ابو حنیفۃ لا ینتقض

والشافعي ينتقض بالمس بباطن كفه دون ظاهره من غير حائل بشهوة او بغيرها والمشهور عند احمد انه ينتقض بباطن كفه
وبظاهره ميزان مين ہے وجه من نقض الطهارة بلمس الذكر بظهر الكف او باليد الى المرفق هو الاحتياط لكون اليد تطلق على ذلك
كما في حديث اذا افضى احدكم بيده الى فرجه وليس بينهما ستر ولا حجاب فليتوضأ انوار ائمه شافعيه مين ہے اسباب الحدث اربعة
الرابع مس فرج آدمي بالراحة وبطون الاصابع قبلا كان او دبرا ناسيا او عامدا من ذكر او انثى صغير او كبير حي او ميت من نفسه او غيره
ولو مس برؤس الاصابع او بما بينها او بحرف الكفين او مس الانثيين او الاليتين او عجانه او عانته لم ينتقض
اوسی مين ہے الثالث لمس بشرة المرأة الكبيرة الاجنبية بلا حائل فان لمس شعرا او سنا او ظفرا او بالشعر او السن او الظفر او صغيرة
لا تشتهى او محرما بنسب او رضاع او مصاهرة او كبيرة اجنبية مع حائل وان رق ولو بشهوة لم ينتقض ولو لمس امرأته او امته او
ميتة او عجوزة فانية او بلا شهوة او بلا قصد انتقض واذا كانت للمرأة فوق سبع سنين فلا شك في انتقاض الوضوء بلمسها واما
اذا كانت دون ست سنين فاصحابنا خرجوا على قولين المذهب انه لا ينتقض عشماويه اوسكی شرح جواهر زكيه للعلامة احمد المالكي مين ہے
(و) ينتقض الوضوء (بلمس) اجنبية يلتذ بمثلها عادة ولو ظفرها او شعرها او فوق حائل خفيف قيل والكثيف (وان لم يقصد اللذة
ولم يجدها فلا وضوء عليه) حاشيه علامه صفتی مين ہے قوله لمس اجنبية هذا ضعيف والمعتمد ان وجود اللذة بالمحرم ناقض ولا فرق
بين المحرم وغيرها الا في القصد وحده بدون وجدان ففي الاجنبية ناقض وفي المحرم غير ناقض قوله عادة اي عادة الناس لا الملتذ
وحده فخرج به صغيرة لا تشتهى كبنت خمس وعجوز مسنة انقطع منها ارب الرجال بالكلية قوله والكثيف قال الشيخ في
حاشية ابي الحسن المعتمد ان الاقسام ثلثة خفيف جدا وكثيف لا جدا كالعباء وجد كالطراحة فالاول والثاني حكمهما النقض
على الراجح ولما الاخير فالنقض في القصد دون الوجدان مستحب وضو اور بھی ہین مگر یہان وہی اکثر ذکر کیے جنکا وضو مین وقوع عادةً بعید نہ ہو
ولہذا کفار کی وہ قسمین بیان کرنی ہوئین جو بغلط مدعی اسلام ہین کہ انمین بہتیرے نماز پڑھتے وضو کرتے مسجدون مین آتے ہین تو وضو کرتے مین انسے بدن
چھوجانا بعید نہین یونہین کبھی وضو کرتے مین پانی کم ہوجاتا اور آدمی اپنی کنیز یا خادمہ یا زوجہ وغیرہا سے مانگتا اور لینے مین ہاتھ سے ہاتھ لگ جاتا وغیر ذلک کا
احتیاط والے کو ان مسائل پر اطلاع نہایت مناسب ہی۔ آب نے فصل نماز وغیرہ عبادات مقصودہ یا بے تبدل مجلس اعادہ وضو کی کراہت اگر ہوگی بھی تو
وہان کہ اعادہ کے لیے کوئی سبب خاص نہ ہو ورنہ بعد وجود سبب وہ بیوجہ نہین کہ اسراف ہو اور اگر مواضع خلاف مین نزاع عود بھی کرے کہ رعایت خلاف
وہین مستحب ہی کہ اپنے مذہب کا مکروہ نہ لازم آئے کما فی رد المحتار وغیرہ تو پہلی نو دس صورتین کہ گویا حدث معنوی و نجاست باطنی مانی گئین اثنائے
وضو مین اونکا وقوع کیا نادر ہی اور شک نہین کہ دربارۂ نقض و نقض وضو بعض وضو کا حکم ایک ہی ہی جسطرح وضوئے کامل پر کوئی ناقض طاری ہونے
سے پورا وضو جاتا رہتا ہی اور خلال وضو مین اوسکے وقوع سے جتنا وضو ہوچکا ہی اوتنا ٹوٹ جاتا ہی یونہین یہ اشیا جنسے طہارت ناقص بے نور ہوجاتی
ہی جب کامل وضو پر واقع ہون تو پورے وضو کا اعادہ مستحب ہوگا اور اثنائے وضو مین ہون تو جتنا کرچکا ہی اوسقدر کا۔ اور بہرحال یہ وضوئے آخر

یا ضو علی الوضوء سے خارج نہ ہوگا کہ وضوئے اول منتقض نہ ہوا۔ اس تقریر پر نہ صرف یہی وجہ اخیر بلکہ تینون وجہین مندفع ہوگئین و للہ الحمد **صورت ثانیہ** یعنی شک مین فقیر نے نہ دیکھا کہ کسی کو شک ہو۔ اسعا ملا علی قاری کے کہ اونھون نے شک کو یکسر ساقط اللحاظ کیا اور اوسکے اعتبار کو وسوسہ کی طرف منجر مانا مرقاۃ مین فرمایا قلت اما قولہ (ای قول الامام النسفی فی الکافی) لطمانینۃ القلب عند الشک ففیہ ان الشک بعد التثلیث لا وجہ لہ وان وقع بعدہ فلا نہایۃ لہ فھو الوسوسۃ ولھذا اخذ ابن المبارک بظاھرہ فقال لا امن اذا زاد علی الثلث انہ یاثم وقال احمد واسحٰق لا یزید علیہا الا مبتلی ای بالجنون لمظنۃ انہ بالزیادۃ یحتاط لدینہ قال ابن حجر ولقد شاھدنا من الموسوسین من یغسل یدہ فوق المئین وھو مع ذلک یعتقد ان حدثہ ھو الیقین قال واما قولہ (ای الامام النسفی) لانہ امر بترک ما یریبہ ففیہ ان غسل المرۃ الاخری مما یریبہ فینبغی ترکہ الی ما لا یریبہ وھو ما عینہ الشارع لیتخلص عن الریبۃ والوسوسۃ اھ **اقول اولاً** شک کے لیے منشاء صحیح ہوتا ہی مثل سہو وغفلت بخلاف وسوسہ۔ اول بااشبہہ شرعاً معتبر اور فقہ مین صدہا مسائل اوسپر متفرع۔ اگر اوسے ساقط اللحاظ کرین توشک کا باب ہی مرتفع ہوجائیگا اور ایک جم غفیر مسائل واحکام سے جنپر اطباق واتفاق ائمہ ہی انکار کرنا ہوگا **ثانیاً** حدیث دع ما یریبک الی ما لا یریبک کا صریح ارشاد طرح مشکوک واخذ متیقن ہی کہ مشکوک مین ریب ہی اور متیقن بلا ریب یہ کہ شک کا کچھ لحاظ نہ کرو اور امر مشکوک ہی پر قانع رہ کہ یہ ما لا یریبک نہ ہوا بلکہ یریبک **ثالثاً** صحیح مسلم شریف مین ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہین اذا شک احدکم فی صلاتہ فلم یدر کم صلی ثلثا او اربعا فلیطرح الشک ولیبن علی ما استیقن ثم یسجد سجدتین قبل ان یسلم فان کان صلی خمسا شفعن لہ صلاتہ وان کان صلی تماما لاربع کانتا ترغیما للشیطٰن جب تم مین کسی کو اپنی نماز مین شک پڑے یہ نہ جانے کہ تین رکعتین پڑھین یا چار تو جتنی بات مشکوک ہی اوسے چھوڑ دے اور جسقدر پر یقین ہی اوسپر بنائے کار رکھے (یعنی صورت مذکورہ مین تین ہی رکعتین سمجھے کہ اسقدر پر یقین ہی اور چوتھی مین شک ہی تو چار نہ سمجھے لہذا ایک رکعت اور پڑھکر) سلام سے پہلے سجدہ سہو کرلے اب اگر واقع مین اوسکی پانچ رکعتین ہوئین تو یہ دونون سجدے (گویا ایک رکعت کے قائم مقام ہوکر) اوسکی نماز کا دوگانہ پورا کردین گے (ایک رکعت اکیلی نہ رہیگی جو شرعاً باطل ہی بلکہ ان سجدون سے ملکر گویا ایک نفل دوگانہ جدا گانہ ہوجائیگا) اور اگر واقع مین چار ہی ہوئین تو یہ دونون سجدے شیطان کی ذلت وخواری ہونگے (کہ اوس نے شک ڈالکر نماز باطل کرنی چاہی تھی اوسکی نہ چلی اور مصطفٰے صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی رحمت سے نماز پوری کی پوری رہی) یہ اس مطلب کا خاص جزئیہ خود حضور پر نور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ارشاد اقدس سے ہی **رابعاً** مسند احمد مین سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ سے ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہین من صلی صلاۃ یشک فی النقصان فلیصل حتی یشک فی الزیادۃ جسے نماز مین کامل ہو یا ناقص کا شک ہو وہ اتنی پڑھے لہ کامل و زائد مین شک ہوجائے۔ مثلاً تین اور چار مین شبہہ تھا تو یہ تمامی ونقصان مین شک ہی اسے حکم ہی کہ ایک رکعت اور پڑھے اب چار اور پانچ مین شبہہ ہوجائیگا کہ تمامی وزیادت مین شک ہی۔ یہ حدیث سے تو اوس مطلب کی دوسری تصریح ہی ہی مگر دکھانا یہ ہی کہ اسکی شرح مین خود ملا علی

تطفل تاسع علی القاری

تطفل عاشر علیہ

النور

التطفل الحادی عشر علیہ

التطفل الثانی عشر علیہ

فرماتے ہیں لیبن علی الاقل المتیقن فان زیادۃ الطاعۃ خیر من نقصانہا یعنی کم پر بنا رکھے جتنی یقیناً ادا کی ہیں کہ اگر واقع میں کامل ہو چکی تھیں
اور ایک رکعت بڑھ گئی تو یہ اس سے بہتر ہے کہ ایک رکعت کم رہ جائے طاعت کی افزونی اوسکی کمی سے افضل ہے یہ معلوم نہیں یہ حکم وضو میں کیونکر ہے
فرمایا حالانکہ اوسکی بیشی نماز میں رکعت بڑھا دینے کے برابر نہیں ہوسکتی خامساً[ف۱] وہ جو فرمایا تثلیث کے بعد شک کی کوئی وجہ نہیں اس سے مراد علم
الٰہی میں تثلیث ہو لینا ہے یا علم متوضی میں۔ بر تقدیر ثانی بیشک شک کی کوئی وجہ نہیں مگر وہ ہرگز مراد نہیں کہ کلام شک میں ہے نہ علم میں اور بر تقدیر
اول علم الٰہی شک عبد کا کیا منافی۔ بندہ اوسپر مکلف ہے جو اوسکے علم میں ہے نہ اوسپر جو علم الٰہی میں ہے جسکے علم کیطرف اسے کوئی سبیل نہیں وسادساً[ف۲]
معلوم ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم غسل میں سر انور پر تین بار پانی ڈالتے اور اسیکا حکم مردوں عورتوں سب کو فرمایا خاص عورتوں کے
باب میں بھی یہی حکم بالتصریح ارشاد ہوا ہے صحیح مسلم وسنن اربعہ میں ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے میں نے عرض کی یارسول اللہ
میں سر گندھواتی ہوں کیا نہاتے میں کھولدیا کروں فرمایا انما یکفیک ان تحثی علی راسک ثلث حثیات سر پر تین لپ پانی ڈال لیا کر یہی
کافی ہے۔ آخر امر چہارم میں حدیث ابی داود ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے گزری کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اما المراۃ فلا علیہا
ان لا تنقضہ لتغرف علی راسہا ثلث غرفات بکفیہا عورت کو کچھ ضرور نہیں کہ اپنا گندھا سر کھولے بس تین لپ پانی ڈال لے ام المومنین
عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے طریقہ غسل میں روایت فرماتی ہیں ثم یصب علی راسہ ثلث غرفات بیدیہ
پھر سر مبارک پر تین لپ ڈالتے تھے رواہ الشیخان رضی اللہ تعالٰی عنہا اور خود اپنا فرماتی ہیں لقد کنت اغتسل انا ورسول اللہ صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم من اناء واحد وما ازید علی ان افرغ علی راسی ثلث افراغات میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک برتن سے نہایا کرتے
اور میں اپنے سر پر تین ہی بار پانی ڈالتی یعنی جعد مبارک کھولتی نہیں رواہ احمد ومسلم بالتسعۃ[ف۳] یہی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں
کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتوضأ وضوءہ للصلٰوۃ ثم یفیض علی راسہ ثلث مرار ونحن نفیض علی رءوسنا خمسا
من اجل الضفر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز کاسا وضو کرکے سر اقدس پر تین بار پانی بہاتے تھے اور ہم بیبیاں سر گندھے ہونیکی وجہ سے
اپنے سروں پر پانچ بار پانی بہاتی ہیں رواہ ابوداود اب کون کہہ سکتا ہے کہ معاذ اللہ امہات المومنین کا یہ فعل وسوسہ تھا حاشا بلکہ وہی اطمینان
قلب جسے علمائے کرام بیان فرما رہے ہیں سابعاً[ف۴] دھو لینے کی صورتیں تین ہیں ایک یہ کہ متوضی جانتا ہے کہ میں نے تین بار دھولیا ہر بار بالاستیعاب
پھر اوسکا دل مطمئن نہ ہوا اور چوتھی بار اور بہانا چاہے دوم یاد نہیں کہ تین بار پانی ڈالا یا دو بار سوم تثلیث تو معلوم ہے مگر ہر بار استیعاب میں شک ہے
علما علی صورت اولے سمجھے ہیں جب تو فرماتے ہیں کہ تین پورے ہونے کے بعد شک کے کیا معنے۔ اپنا شک چھوڑے اور جو حد شارع صلے اللہ تعالٰی
علیہ وسلم نے مقرر فرمایا اوسپر قانع رہے۔ اس صورت پر انکا انکار بیشک صحیح ہے مگر یہ ہرگز مراد علما نہیں ہو سکتا کلام صورت شک میں ہے اور یہ صورت صورت
علم ہے اور وسوسہ مردود و نامعتبر ہے۔ شک کی صورت دو صورت اخیر ہیں وہی مراد ائمہ ہیں اور انپر قاری کا کوئی اعتراض وارد نہیں ان میں طمانینت قلب
ضرور مطلوب شرع ہے جنمیں سے امہات المومنین کا پانچ بار پانی ڈالنا صورت اخیرہ ہے وباللہ التوفیق بالجملہ جس مسئلہ پر ہمارے علما کے کلمات

ف۱: تطفل سوم الثالث عشر علیہ

ف۲: تطفل چہارم الرابع عشر علیہ

ف۳: مسئلہ: عورت کے بال گندھے ہوں اور تین بار سر پر پانی بہانے سے تثلیث میں شبہ رہے تو پانچ بار بہا سکتی ہے۔

ف۴: تطفل پنجم الخامس عشر علیہ

متظافر ہوں اپنے فہم سے اوسپر اعتراض آسان نہیں معترضین ہی کی لغزش نظر ثابت ہوتی ہے اگرچہ غنیہ و بحر و قاری جیسے ماہرین ہوں والحمد للہ رب العلمین

تنبیہ الحمد للہ کلام اپنے منتہے کو پہنچا اور اسراف کے معنے دستور بھی بروجہ کامل انکشاف پایا اب بتوفیق اللہ تعالٰی تحقیق حکم کیطرف باگ پھیریں **اقول** ۱۹ و

انصافاً چاروں قول میں کوئی ایسا نہیں جسے مطروح و ناقابل التفات سمجھے **قول سوم** کی عظمت تو محتاج بیان نہیں بدائع و فتح و خلاصہ کی دوقعت

اور کنارِ خود ظاہر الروایۃ میں محرر المذہب کا نص ہے **قول دوم** کے ساتھ حلیہ و بحر کا اوبہ کہنا ہے کہ الفاظ فتوی سے ہے اور امام ابوزکریا نووی کو استظہار پر نظر کیجئے تو

گویا اوسی پر اجماع کا پتا چلتا ہے کہ اونھوں نے اسراف سے نہی پر اجماع علما نقل فرماکر نہی کراہت تنزیہ مراد ہونے کو اظہر بتایا **قول چہارم** جسے علامہ شامی نے

خارج از مذہب گمان فرمایا تھا اوسکی تحقیق سن چکے اور یہ کہ یہی مختار در مختار و نہر الفائق و مفاد منتقی و جواہر الفتاوی و مبین الحقائق ہے نیز زبدہ و حجہ سے مستفاد کہ

انہیں بھی کراہت مطلق ہے جامع الرموز میں ہے تکرہ الزیادۃ علی الثلث کما فی الزیلعی و طحطاوی علی المراقی میں ہے فتاوی الحجہ سے یکرہ صب الماء فی الوضوء زیادۃ

علی العدد المسنون والقدر المعہود لما ورد فی الخبر شرار امتی الذین یسرفون فی صب الماء بلکہ علامہ طحطاوی نے اوسپر اتفاق بتایا قول در لااسراف فی

الماء الجار جائز لانہ غیر مضیع پر لکھتے ہیں ای لانہ یعود الیہ ثانیا فلو اخرجہ الماء خارجا یکرہ اتفاقا اھ ومن الظاہر ان ہذہ الکراہۃ مذکورۃ فی

مقابلۃ الجائز فتکون تحریمیۃ اور ہماری تقریرات سابقہ سے اوسکی دلائل کی قوت ظاہر ہیں **قول اول** بعض شافعیہ سے منقول تھا مگر علامہ محقق ابراہیم حلبی نے کتب

سے غنیہ میں اوسپر جزم فرمایا کما سمعت پھر علامہ ابراہیم حلبی و علامہ سید محمد مصری حواشی درر میں اوسی پر اعتماد کیا اور اوسکے خلاف کو ضعیف بتایا اور مختار میں قول

مذکور جواہر نقل فرمایا لااسراف فی الماء الجار جائز علامہ طحطاوی اوسپر فرماتے ہیں ضعیف بل ہو مکروہ سواء کان فی وسط الماء او فی ضفتہ حیث کان لغیر حاجۃ اھ

حلبی نیز دونوں حاشیوں میں ہے من المطلوم ان الاسراف مکروہ تحریما لاتنزیہا بلکہ شرح شرعۃ الاسلام میں ہے ہو حرام وان کان فی شط النہر اور اوسکے تسلیم

نص حدیث ہے **حدیث اول** امام احمد وابن ماجہ و ابویعلی اور بیہقی شعب الایمان میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی ان رسول اللہ

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مر بسعد وہو یتوضأ فقال ماہذا السرف فقال افی الوضوء اسراف قال نعم وان کنت علی نہر جار

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ پر گزرے وہ وضو کر رہے تھے ارشاد فرمایا یہ اسراف کیسا۔ عرض کی کیا وضو میں اسراف ہے

فرمایا ہاں اگرچہ تم نہر رواں پر ہو **اقول** تمام تقریب کہ حدیث نے نہر جاری میں بھی اسراف ثابت فرمایا اور اسراف شرع میں مذموم ہی ہو کر آیا ہے

آیہ کریمہ لاتسرفوا انہ لایحب المسرفین ○ مطلق ہے تو یہ اسراف بھی مذموم و ممنوع ہی ہوگا بلکہ خود اسراف فی الوضو میں بھی صیغہ نہی وارد

اور نہی حقیقۃً مفید تحریم **حدیث ۲** سنن ابن ماجہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رأی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رجلا

یتوضأ فقال لاتسرف لاتسرف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک شخص کو وضو کرتے دیکھا فرمایا اسراف نہ کر اسراف نہ کر **حدیث ۳**

سعید بن منصور سنن اور حاکم کنٰی اور ابن عساکر تاریخ میں ابن شہاب زہری سے مرسلاً راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک شخص کو وضو

کرتے دیکھا فرمایا یا عبداللہ لاتسرف اللہ کے بندے اسراف نہ کر اونھوں نے عرض کی یا نبی اللہ وفی الوضوء اسراف قال نعم (زاد

الاخیران) وفی کل شیئ اسراف یارسول اللہ کیا وضو میں بھی اسراف ہے فرمایا ہاں اور ہر شے میں اسراف کو دخل ہے **حدیث ۴** مرسل یحیی بن

دونوں میں ہم نے انحصار ان
النور ق ۱

ابی عمرو کہ بیان معانی اسراف میں گزری فی الوضوء اسراف وفی کل شیئ اسراف وضو میں اسراف ہے اور ہر شے میں اسراف ہے۔ **حدیث ۵**
ترمذی و ابن ماجہ و حاکم حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان للوضوء شیطانا یقال
له الولهان فاتقوا وسواس الماء بیشک وضو کے لیے ایک شیطان ہے جس کا نام ولہان ہے تو پانی کے وسواس سے بچو۔ **حدیث ۶** مسند امام
وسنن ابی داؤد و ابن ماجہ و صحیح ابن حبان و مستدرک حاکم میں عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں
انه سیکون فی هذه الامة قوم یعتدون فی الطهور والدعاء بیشک عنقریب اس اُمت میں وہ لوگ ہونگے کہ طہارت و دعا میں حد سے
بڑھیں گے۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے ومن یتعد حدود الله فقد ظلم نفسه جو اللہ تعالٰی کی باندھی حدوں سے بڑھے بیشک اس نے
اپنی جان پر ظلم کیا۔ **حدیث ۷** ابونعیم حلیہ میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی لاخیر فی صب الماء الکثیر فی الوضوء وانه من الشیطان
وضو میں بہت سا پانی بہکانے میں کچھ خیر نہیں اور وہ شیطان کی طرف سے ہے۔ نفی خیر (ف۱) اپنے معنی لغوی پر اگرچہ مباح سے بھی ممکن کہ مباح کے طرفین برابر
ہیں تو کسی میں نہ خیر نہ شر ولہذا علامہ عمر نے نہر الفائق میں مسئلہ (ف۲) کراہت کلام بعد طلوع فجر تا طلوع شمس و بعد (ف۳) نماز عشا میں فرمایا المراد ما لیس بخیر
وانما یتحقق فی کلام هو عبادة اذ المباح لاخیر فیه کما لا اثم فیه فیکره فی هذه الاوقات کما نقله السید ابو السعود فی فتح
الله المعین۔ **اقول** (ف۴) مگر نظر دقیق لیس بخیر اور لاخیر فیه میں فرق کرتی ہے مباح ضرور نہ خیر نہ شر مگر اس کے فعل پر مؤاخذہ نہیں اور مؤاخذہ نہ ہونا
خود خیر کثیر و نفع عظیم ہے تو لاخیر فیه وہیں اطلاق ہوگا جہاں شر حاصل ہے فاصاب (ف۵) رحمه الله تعالٰی فی قوله المراد ما لیس بخیر و تسامح فی قوله
لاخیر فیه لتحقق العبادة فالمباح لیس بخیر کما انه لیس بشر ولہذا جبکہ ہدایہ میں فرمایا لاخیر فی السلم فی اللحم محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا
هذه العبارة تاکید فی نفی الجواز۔ **اقول** (ف۶) رب عزوجل فرماتا ہے لاخیر فی کثیر من نجوىهم الا من امر بصدقة او معروف او اصلاح بین
الناس ہر معروف کو استثنا فرمالیا اور ہر طاعت معروف ہے تو باقی نہ رہے مگر مباح یا معاصی تو اگر لاخیر فیه مباح کو بھی شامل ہوتا فی کثیر
نہ فرماتے بلکہ فی شیئ من نجوىهم لاجرم وہ معصیت کے ساتھ خاص ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ **حدیث ۸** حدیث صحیح جس کی طرف بارہا اشارہ گزرا احمد و سعید بن منصور و ابن ابی شیبہ و ابوداؤد
ونسائی و ابن ماجہ و طحاوی عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی ایک اعرابی نے خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں
حاضر ہو کر وضو کو پوچھا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں وضو کر کے دکھایا جس میں ہر عضو تین تین بار دھویا پھر فرمایا هکذا الوضوء فمن
زاد علی هذا او نقص فقد اساء وظلم او ظلم واساء هذا لفظ د وقد ادرجه مطولا مع ذکر صفة الوضوء ومثله لفظ الامام الطحاوی ومقتصرا علی قوله
وظلم من ن وش ه ولفظ س و ق فمن زاد علی هذا فقد اساء وتعدی وظلم ولفظ سعید بن ابی بکر فمن زاد او نقص فقد تعدی وظلم وضو اسی طرح ہے جس نے
اس پر بڑھایا یا گھٹایا اس نے برا کیا اور حد سے بڑھا اور ظلم کیا۔ یہ تمام احادیث مطلق ہیں اور مذہب اول و چہارم کی مؤید بالجملہ نہیں کوئی مذہب مطرود
و مطروح نہیں لہذا راہ یہ ہے کہ بتوفیق الٰہی جانب توفیق چلیے۔ **فاقول** (ف۷) وبالله التوفیق وبه الوصول الی ذری التحقیق تقدیر شرعی سے زیادہ
پانی ڈالنا سہواً ہوگا یا بحال شک یا دیدہ و دانستہ۔ اول یہ کہ تین بار استیعاباً دھولیا تھا اور یاد رہا کہ دو ہی بار دھویا ہے اور دوبارہ کہ تثلیث ہو دھویا

میں شبہہ ہوگیا، یہ دونوں صورتیں یقیناً ممانعت سے خارج ہیں لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رفع عن امتی الخطأ والنسیان وقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دع ما یریبک الی ما لا یریبک اور دانستہ کسی غرض صحیح وجائز کے لیے ہوگیا یا غرض فاسد وممنوع کے لیے یا محض بلاوجہ برتقدیر اول کسی طرح اسراف نہیں ہوسکتا نہ اوس سے منع کی کوئی وجہ ہے، جائز ہے کہ وہ غرض غرض مطلوب شرعی ہو جیسے مونھ سے ازالہ بدبو یا پان چھالیا کے ریزوں کا اخراج یا حسب بیان ثالث مبالغہ وضوء علی الوضوء کی نیت یا غرض صحیح جسمانی جیسے میل کا ازالہ یا شدت گرما میں تحصیل برودت وفرحت، یہیں مگر دو صورتیں اور یہی ان اقوال اربعہ میں زیر بحث ہیں تحقیق معنی اسراف میں ہمارا بیان یاد کیجیے یہ وہی دو قطب ہیں جن پر اوس کا فلک دورہ کرتا ہے اور یہیں یا اوسی تقریر پر نظر ڈالنے سے واضح ہوگا کہ ان صورتوں میں کی اول یعنی غرض فاسد وناروا کے لیے تقدیر شرعی پر زیادت مطلقاً ممنوع وناجائز ہے اگرچہ پانی اصلا ضائع نہ ہو **قول اول** کا یہی محمل ہے اور ضرور حق صریح بلکہ مجمع علیہ ہے اور اسی پر حمل کے لیے ہمارے علمانے حدیث ہشتم کو صورت فساد اعتقاد پر محمول فرمایا یعنی جبکہ جانے کہ تقدیر شرعی سے زیادہ ہی میں سنت حاصل ہوگی۔ ظاہر ہے کہ اس نیت فاسدہ سے نہر نہیں سمندر میں ایک چلو بلکہ ایک بوند زیادہ ڈالنا اسراف وگناہ وناجائز ہوگا کہ اصل گناہ اوس نیت میں ہے گناہ کی نیت سے جو کچھ کریگا سب گناہ ہوگا۔ رہی صورت اخیر کہ محض بلاوجہ زیادت ہو اوپر واضح ہو لیا کہ یہاں تحقق اسراف حصول ممانعت اضاعت پر موقوف ہے تو اس صورت میں دیکھنا ہوگا کہ پانی ضائع ہوا یا نہیں اگر ہوا مثلاً زمین پر بہہ گیا اور کسی مصرف میں کام نہ آیا تو ضرور اسراف ناروا ہے اور یہی محمل **قول چہارم** ہے اور یقیناً صواب صحیح بلکہ متفق علیہ ہے کون کہیگا کہ بیکار پانی ضائع کرنا جائز وروا ہے۔ باقی رہی ایک شکل کہ زیادت ہو تو بلاوجہ مگر پانی ضائع نہ ہو مثلاً بلاوجہ محض چوتھی بار پانی اس طرح ڈالے کہ نہر میں گرے یا کسی پیڑ کے تھالے میں جسے پانی کی حاجت ہے یا کسی برتن میں جس کا پانی اسپ گاؤ وغیرہ جانوروں کو پلایا جائیگا یا گارا بنانے کے لیے تغار میں پڑیگا یا زمین ہی پر گرا مگر موسم گرما ہے چھڑکاؤ کی حاجت ہے یا ہوا سے ریتا اوڑتا ہے اوسکے دبانے کی ضرورت ہے اور انہیں کے مثل اور اغراض صحیحہ جنکے سبب پانی ضائع نہ جائے۔ یہ غرضیں اگرچہ صحیح وروا ہیں جنکے سبب اضاعت نہ ہوگی مگر اعضا پر پانی مثلاً چوتھی بار ڈالنا محض بے وجہ ہی رہا کہ یہ غرضیں تو برتن میں ڈالنا یا زمین پر بہانا چاہتی ہیں عضو پر ڈالکر گرانے کو انہیں کیا دخل تھا لاجرم وہ عبث محض ہوا مگر پانی ضائع نہ گیا تو اسراف کی کوئی صورت متحقق نہ ہوئی اور اسکے ممنوع وناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں یہی **قول دوم وسوم** کا محمل ہے اور قطعاً مقبول وبے خلل ہے بلکہ اتفاق وانطباق کا محل ہے۔ اب یہ باقی ہے کہ ان دونوں قولوں پر نظر وہ ایک مقدمہ کی تقدیم چاہتی ہے **فاقول** وباللہ التوفیق **فائدہ** تحقیق معنی وحکم عبث میں تتبع کلمات علما سے اوسکی تعریف چار وجہ پر ملیگی (۱) جس فعل میں غرض صحیح نہ ہو وہ عبث ہے اور اصلا غرض نہ ہو تو سفہ۔ یہ تفسیر امام بدر الدین کردری کی ہے امام نسفی نے مستصفی پھر علامہ حلبی نے غنیہ میں اسے ان سے نقل فرما کر اوسپر اعتماد کیا اور محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر اور علامہ طرابلسی نے برہان شرح مواہب الرحمن اور دیگر شراح نے شروح ہدایہ وغیرہا میں اسی کو اختیار فرمایا غنیہ حلبیہ میں ہے فی المستصفی قال الامام بدر الدین یعنی الکردری العبث الفعل الذی فیہ غرض غیر صحیح والسفہ ما لا غرض فیہ اصلا غنیہ ذوی الاحکام شرنبلالیہ میں ہے فی البرہان ہو فعل لغرض غیر صحیح فتح میں ہے العبث الفعل لغرض غیر صحیح (۲) جس میں

غرض غیر شرعی ہو اقول ۵۵۵ یہ اول سے اعم ہے کہ ہر غرض غیر صحیح غیر شرعی ہے اور ضرور نہیں کہ ہر غرض غیر شرعی غیر صحیح ہو جیسے ٹھنڈک کے لیے زیادہ پانی ڈالنا کہ غرض صحیح ہے مگر شرعی نہیں۔ علامہ اکمل اور ان کی تبعیت سے حلیہ و بحر نے امام بدر الدین سے اسی طرح نقل کیا عنایہ میں ہے قال بدر الدین الکردری العبث الفعل الذی فیہ غرض لکنہ لیس بشرعی والسفہ مالا غرض فیہ اصلا (۳) جسمیں غرض صحیح نہ ہو اقول ۵۵۵ یہ اون دونوں سے اعم ہے کہ اصلا عدم غرض کو بھی شامل یہ تفسیر امام حمید الدین کی ہے عنایہ میں بعد عبارت مذکورہ ہے وقال حمید الدین العبث کل عمل لیس فیہ غرض صحیح مفردات راغب میں ہے یقال لما لیس لہ غرض صحیح عبث تفسیر غرائب الفرقان میں ہے ھو الفعل الذی لا غایۃ لہ صحیحۃ (۴) غرض شرعی نہ ہو اقول ۵۵۵ یہ اول ثانی ثالث سب سے اعم مطلقا ہے کہ انتفائے غرض صحیح انتفائے غرض شرعی کو مستلزم ہے اور عکس نہیں اور انتفائے غرض شرعی انتفائے مطلق غرض سے بھی حاصل امام نسفی اپنی وافی کی شرح کافی میں فرماتے ہیں العبث مالا غرض فیہ شرعا فانما کرہ لانہ غیر مفید (۵) جسمیں فاعل کے لیے کوئی غرض صحیح نہ ہو اقول ۵۵۵ یہ ۱ و ۳ سے اعم مطلقا ہے کہ ممکن کہ فعل غرض صحیح رکھتا ہو اور فاعل بے غرض یا غرض غیر صحیح کے لیے کرے اور ۲ و ۴ سے اعم من وجہ کہ غرض فاسد میں تینوں صادق اور غرض صحیح غیر شرعی مقصود فاعل ہو تو وہ دو صادق خامس منتفی اور غرض شرعی غیر مقصود فاعل ہے تو بالعکس۔ تعریفات السید میں ہے وقیل مالیس فیہ غرض صحیح لفاعلہ اقول ۵۵۵ اشار الی ضعفہ وسیاتیک ان شاء اللہ تعالی انہ الحق (۶) بیفائدہ کام۔ بحر الرائق میں نہایہ امام سغناقی سے ہے مالیس بمفید فھو العبث امام سیوطی کی دُر نثیر میں ہے عبثا ای لا لمنفعۃ مراقی الفلاح میں ہے العبث عمل لا فائدۃ فیہ ولا حکمۃ تقتضیہ جمالین میں ہے عبثا لا لحکمۃ غنیہ میں ہے الفرقعۃ فعل لا فائدۃ فیہ فکان کالعبث اقول ۵۵۵ عبد الملک بن جریج تابعی نے کہ عبث کو باطل سے تفسیر کیا اسی معنے کی طرف مشیر ہے فان الشیئ اذا خلا عن الثمرۃ بطل تفسیر ابن جریر میں ان سے مروی عبثا قال باطلا (۷) جسمیں فائدہ معتد بہا نہ ہو۔ تاج العروس میں ہے قیل العبث مالا فائدۃ فیہ یعتد بھا اقول ۵۵۵ اسی طرف کلام علامہ ابو السعود ناظر کہ ارشاد العقل میں فرمایا عبثا بغیر حکمۃ بالغۃ ام فافھم (۸) اوس کام کے قابل فائدہ ہو یعنی اوسمیں جتنی محنت ہو نفع اوس سے کم ہو اقول ۵۵۵ اسے ہفتم سے عموم و خصوص من وجہ ہے کہ اگر کام نہایت سہل ہے جسمیں کوئی محنت معتد بہا نہیں تو فائدہ غیر معتد بہا اوسکے قابل ہوگا اس تقدیر پر ہفتم صادق ہوگا نہ ہشتم اور اگر فائدہ فی نفسہا معتد بہا ہو مگر اوس کام کے لائق نہیں تو ہشتم صادق ہوگا نہ ہفتم علامہ شہاب کی عنایۃ القاضی میں ہے العبث کاللعب ماخلا عن الفائدۃ مطلقا او عن الفائدۃ المعتد بھا او عما یقاوم الفعل کما ذکرہ الاصولیون اقول ۵۵۵ مقابلہ مشعر مغایرت ہے یون یہ قول اضعف الاقوال ہوگا کہ خاص مشقت طلب کاموں سے خاص رہیگا ہاں اگر معتد بہ سے معتد بہ نظر فعل مراد لیں تو ہفتم و ہشتم ایک ہو جائیں گے اور اعتراض نہ رہیگا اور کہہ سکتے ہیں کہ تغییر تعبیر مجوز مقابلہ ہے (۹) وہ کام جسکا فائدہ معلوم نہ ہو اقول ۵۵۵ اولا مراد عدم علم فاعل ہے تو حکیم کے دقیق کام جنکا فائدہ عام لوگوں کی فہم سے وراء ہو عبث نہیں ہو سکتے ثانیا حکمت و غایت میں فرق ہے احکام تعبدیہ غیر معقولۃ المعنے کی حکمت ہمیں معلوم نہیں فائدہ معلوم ہے کہ اسلام بدون نماد ون ثالثا عدم علم مستلزم عدم نہیں تو یہ تفسیر اون

ھ اور تغلی سخن کی کلی غرض صحیح و غیر شرعی کو عام ہو شامل

تینوں سے اعم ہے۔ تعریفات سید میں ہے العبث ارتکاب امر غیر معلوم الفائدۃ اقول مگر علم بے قصد کیا مفید بلکہ اوسکی شناعت اور مزید تو یہ جامع نہیں (۱۰) وہ کام جس سے فائدہ مقصود نہ ہو اقول یہ نہم سے بھی اعم کہ عدم علم عدم قصد کو مستلزم ولا عکس تاج العروس میں ہے وقیل ما لا یقصد بہ فائدۃ اھ اقول اور مآل کی تزییف وستسمع بعونہ تعالی انہ ھو الصحیح (۱۱) بے لذت کام عبث ہے اور لذت ہو تو لعب۔ جوہرہ نیرہ میں ہے العبث کل فعل لا لذۃ فیہ فاما الذی فیہ لذۃ فھو لعب اقول یہ اپنے اس ارسال پر بدیہی البطلان ہے نہ ہر بے لذت کام عبث جیسے دوائے تلخ پینا نہ ہر لذت والا لعب جیسے درود شریف ونعت مقدس کا ورد تو بعض تعریفات مذکورہ سے اوسے مقید کرنا لازم مثلاً یہ کہ جس فعل میں غرض صحیح نہ ہو (۱۲) عبث ولعب ایک شی ہیں۔ یہ تفسیر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے ہے اور کثرت اقوال بھی اسی طرف ہے ابن جریر اوس جناب مشرف بتشریف اللھم علمہ الکتاب سے راوی تعبثون تلعبون بعینہ اسی طرح اونکے تلمیذ ضحاک سے روایت کیا۔ نہایہ اثیریہ ومختار الصحاح میں ہے العبث اللعب اسی طرح سین وعجل میں ہے وسیاتی مصباح المنیر و قاموس میں ہے عبث کفرح لعب تاج العروس میں ہے عابث لاعب بما لا یعنیہ ولیس من بالہ صراح میں ہے عبث بازی کردن شرح غرر میں ہے عبثہ ای لعبہ مفردات راغب میں ہے العبث ان یخلط بعملہ لعبا الخ اقول وانما صار عبثا المخلط لا لذاتہ فالعبث حقیقۃ ما خلط لا ما خلط بہ طحطاوی علی الدر میں ہے العبث اللعب وقیل ما لا لذۃ فیہ واللعب ما فیہ لذۃ تفسیر ابن جریر میں ہے عبثا لعبا وباطلا یہ بارہ تعریفیں ہیں اور بعونہ تعالی بعد تنقیح سب کا مآل ایک اگرچہ ۹ و ۱۰ کی عبارات میں تقصیر واقع ہوئی اسکی تحقیق چند امور سے ظاہر فاقول وباللہ التوفیق اولا لعب ولہو وہزل ولغو وباطل وعبث سب کا محصل متقارب ہے کہ بے غرض ونامفید ہونے کے گرد دورہ کرتا ہے نہایہ ابن اثیر میں ہے یقال لکل من عمل عملا لا یجدی علیہ نفعا انما انت لاعب علامہ خفاجی سے گزرا العبث کاللعب ما خلا عن الفائدۃ تعریفات علامہ شریف میں ہے اللعب ھو فعل الصبیان یعقب التعب من غیر فائدۃ اھ اقول وتعقیب التعب خرج نظرا الی الغالب لیس شرطا لازما کما لا یخفی اصول امام فخر الاسلام بزدوی قدس سرہ میں ہے اما الھزل فتفسیرہ اللعب وھو ان یراد بالشیئ ما لم یوضع لہ وضدہ الجد اوسکی شرح کشف الاسرار میں ہے لیس المراد من الوضع ھھنا وضع اللغۃ لا غیر بل وضع العقل او الشرع فان الکلام موضوع عقلا لافادۃ معناہ حقیقۃ کان او مجازا والتصرف الشرعی موضوع لافادۃ حکمہ فاذا ارید بالکلام غیر موضوعہ العقلی وھو عدم افادۃ معناہ اصلا وارید بالتصرف غیر موضوعہ الشرعی وھو عدم افادتہ الحکم اصلا فھو الھزل ولھذا فسرہ الشیخ باللعب اذ اللعب ما لا یفید فائدۃ اصلا وھو معنی ما نقل عن الشیخ ابی منصور رحمہ اللہ تعالی ان الھزل ما لا یراد بہ معنی تو تفسیر ۶ و ۱۲ کا حاصل ایک ہے ولہذا مصباح میں عبث من باب تعب لعب وعمل ما لا فائدۃ فیہ اھ منتخب میں عبث بفتحتین بازی وبیفائدہ بطور عطف تفسیری لکھا ثانیا اقول جسطرح عاقل سے کوئی فعل اختیاری صادر نہ ہوگا جبتک تصور بوجہ ما وتصدیق بفائدہ تامہ ہو یونہی انسان کے ہوش وحواس جبتک حاضر ہیں بے کسی شغل کے نہیں رہتا

تطفل علیہ

معروضۃ علی السید مرتضی

تطفل علی البرجندی

خواہ عقلی ہو جیسے کسی قسم کا تصور یا عملی جیسے جوارح سے کوئی حرکت تو کسی قسم کا شغل ہو نفس کے لیے اوسمیں اپنی عادت کا حصول اور اپنے مقتضے کا تیسر ہوا صدیہ خود اوسکے لیے ایک نوع نفع ہی اگرچہ دینی دنیا مین سوا ایک عادت جینے کی تحصیل کے اور کوئی ثمرہ نفع اوسپر مترتب ہو یا نہ ہو کوئی فعل اختیاری فاعل کے لیے اصلاً فائدہ سے عاری محض ہوگا ہان یہ ممکن کر وہ فائدہ قضیۂ شرع بلکہ قضیۂ مرضیۂ عقل سلیم کے نزدیک بھی مثل لافائدہ محض غیر معتد بہا ہو بلکہ ممکن کر اوسکا مآل ضرر بحت ہو جیسے کفار کی عبادات شاقہ عاملۃ ناصبۃ ۝ تصلی نارا حامیۃ ۝ عمل کرین مشقت جھیلین اور نتیجہ یہ کہ بھڑکتی آگ مین غرق ہونگے تو حسے مقصود وہی ہے ہر ثالثًا یہ بھی ظاہر کہ کوہ کندن وکاہ برآوردن ہر عاقل کے نزدیک حرکت عبث ہی تو مقدار فائدہ وفعل مین اگرچہ تساوی درکار نہین تفاوت فاحش بھی نہ ہونا ضرور ہ سے یہی مراد اور معتد بہ بنظر فعل ہونے سے یہی مفہوم کا مفاد۔ فائدہ کافی نفسہا کوئی امر عظیم مہتم بالشان ہونا ہرگز ضرور نہین بلکہ جیسا کام اوسی کے قابل فائدہ معتد بہا ہے وھذا ماکنا اشرنا الیہ رابعًا لذت لعب شرع کریم وعقل سلیم کے نزدیک فائدہ معتد بہا نہین مگر جبکہ لہو مباح ہو اور تعب کے بعد اوس سے ترویح قلب مقصود اب وہ عبث ربیگانہ حقیقۃً لعب اگرچہ صورت لعب ہو لہذا احدیث مین ہی حضور سید اکرم رحمت عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہین

الھوا والعبوا فانی اکرہ ان یری فی دینکم غلظۃ۔ رواہ البیہقی فی شعب الایمان عن المطلب بن عبد اللہ المخزومی رضی اللہ تعالی عنہ

امام ابن حجر مکی کف الرعاع پھر سیدی عارف باللہ حدیقہ ندیہ مین فرماتے ہین اللھو المباح ماذون فیہ من صلے اللہ تعالی علیہ وسلم وانہ فی بعض الاحوال قد لاینافی الکمال وقولہ صلے اللہ تعالی علیہ وسلم الھوا والعبوا دلیل لطلب ترویح النفوس اذا سئمت وتعبا

اذا صدئت باللھو واللعب المباح تو ابھی ان تفاسیر سے جدا نہین کہ لعب مین بوجہ لذت فائدہ معتد بہا ہوا نہ عبث کہ بسبب عدم لذت فائدہ نامعتبرہ منتفی خامسًا بلاشبہ فاعل سے دفع عبث کے لیے صرف فعل فی نفسہ مفید ہونا کافی نہین بلکہ ضرور ہے کہ یہ بھی اوس سے فائدہ معتد بہا بمعنی مذکور کا قصد کرے ورنہ اس نے اگر کسی قصد فضول وبیہودہ سے کیا تو اسپر الزام عبث ضرور لازم فانما الاعمال بالنیات وانما لکل امری مانوی اور قصد کے لیے علم درکار کہ مجہول کا ارادہ نہین ہو سکتا زید سر راہ بیٹھا تھا ایک کھاتا پیتا ناشناسا گھوڑے پر سوار جا رہا تھا اس نے ہزار روپے اوٹھا کر اوسے دیدیے کہ نہ صدقہ نہ صلۂ رحم نہ محتاج کی اعانت نہ دوست کی امداد کوئی نیت صالحہ نہ تھی نہ ریا یا نام وغیرہ کسی مقصد بد کا محل تھا تو اوسے ضرور حرکت عبث کہین گے اگرچہ واقع مین وہ اسکا کوئی ذی رحم ہو جسے یہ نہ پہچانتا تھا مقاصد شرعیہ پر نظر کرنے سے یہ حکم خوب منجلی ہوتا ہے رب عزوجل فرماتا ہے وما اٰتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللہ وما اٰتیتم من زکوۃ تریدون وجہ اللہ فاولئک ھم المضعفون ۝ جو زیادتی تم دو کہ لوگون کے مال مین زیادت ہو وہ خدا کے نزدیک نہ بڑھیگی اور جو صدقہ دو خدا کی رضا چاہتے تو انھین لوگون کے دونے ہین عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما اس آیۂ کریمہ کی تفسیر مین فرماتے ہین الم تر الی الرجل یقول للرجل لاموّلنّک فیعطیہ فھذا لا یربوا عند اللہ لانہ یعطیہ لغیر اللہ لیثری مالہ کیا تو نے نہ دیکھا کہ ایک شخص دوسرے سے کہتا ہے مین تجھے مالدار کردونگا پھر اوسے دیتا ہے تو یہ دینا خدا کے یہان نہ بڑھیگا کہ اوس نے غیر خدا کے لیے صرف اس نیت سے دیا کہ اسکا مال بڑھا دون۔ امام ابراہیم

نخعی فرماتے ہیں کان ھذا فی الجاھلیۃ یعطی احدھم ذا القرابۃ المال یکثر بہ مالہ یہ زمانہ جاہلیت میں تھا اپنے عزیز کا مال بڑھانے کو اسے مال دیا کرتے رواھما ابن جریر دیکھو فعل فی نفسہ ثمرۂ شرعیہ ہونے کا صالح فائدہ شرعیہ یعنی صلہ رحم و مواسات پر مشتمل تھا مگر جبکہ اس سے اوسکا قصد نہ کیا بے ثمر رہا تو حاصل یہ ٹھہرا کہ دفع عبث کو فائدۂ معتد بہا بنظر فعل معلومہ مقصودہ للفاعل درکار ہے تو ان تفاسیر کا وہی مآل ہے جو ۹ و ۱۰ میں ملحوظ تھا مفردات راغب میں ہے لعب فلان اذا کان فعلہ غیر قاصد بہ مقصدا صحیحا سادسا غرض وہی فائدۂ مقصودہ ہے اور صحیح یہی کہ معتد بہا ہو تو ۳ و ۵ بھی اسی معنی کو ادا کر رہی ہیں اور غرض میں جبکہ قصد ملحوظ ہے تو تعریف سوم و دہم اوضح واخصر تعریفات ہیں اور یہیں سے واضح ہوا کہ قول سمین وحد العبث اللعب مالا فائدۃ فیہ وکل مالیس فیہ غرض صحیح میں سب عطف تفسیری ہیں سابعا ہم بیان کر آئے کہ فعل اختیاری بے غرض محض صادر نہ ہوگا تو جب بے غرض صحیح ہے ضرور لغرض غیر صحیح ہے تو ۷ و ۳ کا مفاد واحد ہے اور اس تقدیر پر سفہ کا مصداق افعال جنون ہونگے ثامنا شرعی سے اگر مقبول شرع مراد لیں تو وہی حاصل غرض صحیح ہے کہ ہر غرض صحیح کو اگرچہ مطلوب فی الشرع نہ ہو شرع قبول فرماتی ہے جبکہ اپنے اقوی سے معارض نہ ہو اور ہنگام معارضہ عدم قبول قبول فی نفسہ کا منافی نہیں جیسے حدیث آحاد و قیاس کہ بجائے خود حجت شرعیہ ہیں اور معارضہ کتاب کے وقت نامقبول امام نسفی کا عدم غرض شرعی سے تعریف فرماکر تعلیل کراہت میں لانہ غیر مفید فرمانا اسکی طرف مشعر ہو سکتا ہے اس تقدیر پر ۲ اول اور ہم سوم کی طرف عائد اور ظاہر ہوا کہ بارہ کی بارہ تعریفوں کا حاصل واحد اقول مگر غرض شرعی سے متبادر تر غرض مطلوب فی الشرع ہے اب یہ تخصیص بحسب مقام ہوگی کہ اونکا کلام عبث فی الصلاۃ میں ہے تو وہاں غرض مطلوب شرع ہی غرض صحیح ہے نہ غیر۔ آخر نہ دیکھا کہ مٹی سے بچانے کے لیے دامن اوٹھانا غرض صحیح ہے اور نماز میں مکروہ کہ غرض مطلوب شرعی نہیں اور پیشانی سے پسینہ پوچھنا باآنکہ غرض مطلوب فی الشرع نہیں نماز میں بلاکراہت روا جبکہ ایذا دے اور شغل خاطر کا باعث ہو کہ اب اوسکا ازالہ غرض مطلوب شرع ہو گیا عنایہ و نہایہ و بحر وغیرہا میں ہے کل عمل یفید المصلی لاباس بہ لما روی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عرق فی صلاتہ لیلۃ فسلت العرق عن جبینہ ای مسحہ لانہ کان یؤذیہ فکان مفیدا اواذا قام من سجودہ فی الصیف نفض ثوبہ یمنۃ ویسرۃ کیلا تبقی صورۃ حاشیہ سعدی آفندی میں ہے یعنی حکایۃ صورۃ الالیۃ رد المحتار میں ہے فلیس نفضہ للتراب فلا یرد مافی البحر عن الحلیۃ انہ اذا کان یکرہ رفع الثوب کیلا یتترب لایکون نفضہ من التراب عملا مفیدا اھ ورأیتنی کتبت علیہ اقول الذی فی الحلیۃ ھکذا ثم فی الخلاصۃ والنھایۃ وحاصلہ ان کل عمل مفید للمصلی فلا باس بفعلہ کسلت العرق عن جبینہ ونفض ثوبہ من التراب ومالیس بمفید یکرہ للمصلی الاشتغال بہ اھ واعترض علیہ بثلثۃ وجوہ فقال قلت لکن اذا کان یکرہ رفع الثوب کیلا یتترب کما تقدم وانہ قد وقع الخلاف فی انہ یکرہ مسح التراب عن جبھتہ فی الصلاۃ کما ستذکرہ وانہ قد وقع الندب الی تتریب الوجہ فی السجود فضلا عن الثوب فکون نفض الثوب من التراب عملا مفیدا وانہ لاباس بہ مطلقا فیہ نظر ظاہر اھ وانت تعلم ان اعتراضہ

بعد التحیات قدر کے قیام سے پہلے مکروہ ہے اور اسکے بعد سلام سے پہلے حرج نہیں اور (دیکھو صفحہ ۲۰۳)

على مانقل عن الخلاصة والنهاية صحيح الى الغاية للتصريح فيه ان النفض من التراب اقول وانما قيد بقوله مطلقا لان الثوب ان كان مما يفسده التراب كأن يكون من الحرير المخلوط للرجل او الخالص للمرأة وكان فى التراب نداوة فلولم ينفض لبقى متلوثا ولو غسل فسد فحينئذ ينبغى ان لايفتى بالتوقى فان الضرورات تبيح المحظورات والله تعالى اعلم ولكن الشان ان ليس لفظ التراب لا فى الخلاصة ولا فى النهاية فنص نسختى الخلاصة ولا يعبث بشئ من جسده وثيابه والحاصل ان كل عمل هو مفيد لاباس به للمصلى وقد صح عن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم انه سلت العرق عن جبينه وكان اذا قام من سجوده نفض ثوبه يمنة ويسرة وما ليس بمفيد يكره كاللعب ونحوه اھ ونص النهاية على ما نقل فى البحر مثل ما ثرته عن الغنية بمعناه وقد صرح فيه بالمراد اذ قال كيلا يبقى صورة ولا تجه عليه لشئ من الايرادات نعم ان الامام الحلبى ثقة حجة امين فى النقل فالظاهر انه وقع هكذا فى نسختيه للخلاصة والنهاية ولكن العجب من البحر نقل عبارة النهاية مصرحة بالصواب ثم عقبها بالاعتراضات الواردة على لفظ من التراب واقرها كانه ليس عنها جواب یہ نہایت کلام ہے تحقیق معنی عبث مین اب تنقیح حکم کی طرف چلیے وباسمه التوفیق اقول بیان سابق سے واضح ہوا کہ عبث کا مناط فعل مین فائدہ معتد بہا مقصود نہ ہونے پر ہے اور وہ اپنے عموم سے قصد مضر وارادۂ شر کو بھی شامل تو بظاہر مثل اسراف اوسکی بھی دو صورتین ایک فعل بقصد شنیع دوسری یہ کہ نہ کوئی بری نیت ہو نہ اچھی رب عزوجل نے فرمایا افحسبتم انما خلقنکم عبثا وانکم الینا لا ترجعون ○ کیا اس گمان مین ہو کہ ہم نے تمھین عبث بنایا اور تم ہماری طرف نہ پلٹو گے۔ علما نے اس آیۂ کریمہ مین عبث کو معنی دوم پر لیا یعنی کیا ہم نے تمکو بیکار بنایا تمھاری آفرینش مین کوئی حکمت نہ تھی یونہی بیمعنے پیدا ہوئے بیہودہ مرجاؤ گے نہ حساب نہ کتاب نہ عذاب نہ ثواب جیسے وہ خبیث کہا کرتے تھے ان ھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیی ومانحن بمبعوثین اسپر رد کو یہ آیت اوتری کما تقدم بعض نقوله وزعم العلامة الخفاجى بعد ماذکر فی العبث ثلث عبارات تقدمت والظاهر ان المراد (ای فی هذه الکریمة) الاول اھ اقول ولا علمت ان الکل واحد وثانیا ان ابقینا التغایر فالظاهر الاخیران لان فى الهمزة انکار ماحسبوه لایجاب ما سلبوه ولیس المراد اثبات فائدة ما ولو غیر معتد بها ولهذا قال الزمخشری بغیر حکمة بالغة والطلق الجلال لان حکم الله تعالى کلها بالغة على ان الحکمة نفسها یستحیل ان لا یعتد بها اور سیدنا ہود على نبینا الکریم وعلیه الصلاة والتسلیم نے اپنی قوم عاد سے فرمایا اتبنون بکل ریع ایة تعبثون ○ وتتخذون مصانع لعلکم تخلدون ○ کیا ہر بلندی پر ایک نشان بناتے ہو عبث کرتے یا عبث کے لیے اور کارخانے بناتے ہو گویا تمھین ہمیشہ رہنا ہے۔ اس آیۂ کریمہ مین بعض نے کہا راستون مین مسافرون کے لیے بے حاجت بھی جگہ جگہ علامتین قائم کرتے تھے ذکرہ فی الکبیر وتبعه البیضاوی وابو السعود والجمل قال فی الانوار (ایة) علما للمارة (تعبثون) ببنائها اذ کانوا یهتدون بالنجوم فى اسفارهم فلا یحتاجون الیها اھ واورد ان لا نجوم بالنهار وقد یحدث بالليل من الغيوم ما يستر النجوم واجاب فى العناية بانهم لا يحتاجون اليها غالبا اذ الغيم نادر لا سيما

فی دیار العرب اھ **اقول** اولا ف۱ لم یحجب عن النھار وانما بہ اکثر الاسفار **وثانیا** ف۲ ان سلم الندور فعل ما یحتاج الیہ
ولو احیانا لایعد عبثا قال مع انہ لو احتیج الیھا لم یحتج الی ان یجعل فی کل ریع فان کثرتھا عبث اھ **اقول** ف۳ ھذا منزع اٰخر
فلا یرفع الایراد عن القاضی قال وقال الفاضل الیمنی ان اماکنھا المرتفعۃ تغنی عنھا فھی عبث اھ **اقول اولا** ف۴ ارتفاع
الاماکن لایبلغ بحیث یراھا القاصد من ای مکان بعید تقصد **وثانیا** ف۵ ھو منزع ثالث وکلامنا فی کلام الانوار وبالجملۃ ھو
وجہ زیف ولا اعلم لہ سندا من السلف ولقد احسن النیسابوری اذ اسقطہ من تلخیص الکبیر **اقول** ف۶ وتعبیری اذ قلت یبنون
من دون حاجۃ ایضا احسن من تعبیر الکبیر ومن تبعہ کما تری۔ امام مجاہد وسعید بن جبیر نے فرمایا جگہ جگہ کبوتروں کی کابکیں بناتے ہیں۔
رواہ عن الاول ابن جریر فی (ایۃ) وھو والفریابی وسعید بن منصور وابن ابی شیبۃ وعبد بن حمید وابنا المنذر وابی حاتم
فی (مصانع) وعزاہ للثانی فی المعالم۔ ان دونوں تفسیروں پر یہ عبث بمعنی دوم ہوگا یعنی لغو ولہو۔ بعض نے کہا ہر جگہ اونچے اونچے محل تکبر وتفاخر
کے لیے بناتے۔ ذکرہ الکبیر ومن بعدہ وللفریابی وابنا حمید وجریر والمنذر وابی حاتم عن مجاھد وتتخذون مصانع قال
قصورا مشیدۃ وبنیانا مخلدا ولابن جریر عنہ قال ایۃ بنیان۔ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے منقول ہوا جو راستے سیدنا ہود
علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف جاتے اون پر محل بنائے تھے کہ اون میں بیٹھ کر خدمت رسالت میں حاضر ہونے والوں سے تمسخر کرتے۔ ذکرہ فی مفاتیح
الغیب ورغائب الفرقان۔ یا سر راہ بناتے ہر راہگیر سے ہنستے۔ ذکرہ البغوی والبیضاوی وابو السعود واقتصر علیہ الجلال ملتزما
الاقتصار علی اصح الاقوال۔ ان دونوں تفسیروں پر یہ عبث بمعنی اول ہوگا یعنی قصد شر وارادۂ ضرر۔ بالجملہ دونوں معنے کا پتا قرآن عظیم سے
چلتا ہے اگرچہ متعارف غالب یہی ہے اوسکا استعمال معنی دوم ہی میں بیہودہ وبیمعنے کام ہی کو عبث کہتے ہیں نہ کہ معاصی وظلم وغصب وزنا ورباد غیرہا کو۔
اذا تقرر ھذا **فاقول** ظھر ان لاعتب علی الامام الجلیل صاحب الھدایۃ رحمہ اللہ تعالٰی اذ یقول ان العبث خارج الصلاۃ
حرام فما ظنک فی الصلاۃ اھ وقد اقرہ فی العنایۃ والفتح وتبعہ فی الدرر والغنیۃ ولفظ مولٰی خسرو انہ خارج الصلاۃ منھی
عنہ فما ظنک فیھا اھ والمحقق الحلبی العبث حرام خارج الصلاۃ ففی الصلاۃ اولی اھ فان قلت اطلقوا وانما ھو حکم القسم الاول
قلت اصل الکلام فی الصلاۃ وکل عبث فیھا من القسم الاول فتعین مرادا وکان اللام للعھد فحصل التفصی عما
اورد ف۸ السروجی فی الغایۃ وتبعہ فی البحر والشرنبلالی فی الغنیۃ وش ان العبث خارجھا بثوبہ او بدنہ خلاف الاولی ولا یحرم
قال والحدیث (ان اللہ کرہ لکم ثلثا العبث فی الصلاۃ والرفث فی الصیام والضحک فی المقابر رواہ القضاعی عن یحیی
بن ابی کثیر مرسلا) قید بکونہ فی الصلاۃ اھ ظاہر ہے کہ معنی اول پر عبث ممنوع وناجائز ہوگا نہ دوم پر اور یہاں ہمارا کلام قسم دوم میں ہے
یعنی جہاں نہ قصد معصیت نہ پانی کی اضاعت بس۔ **اقول** ف۹ لک ان تقول ان فی النظر الدقیق لاحکم علی العبث فی نفسہ بالحظر
والتحریم اصلا وما کان لانضمام ضمیمۃ ذمیمۃ فانما مرجعہ الیھا دونہ وتحقیق ذلک انا رأینا العبث تطائر الکلمات علی ان مناطہ

ف۱: معروضۃ ۳۴۳ ثالثۃ علیہ
ف۲: معروضۃ ۳۴۴ رابعۃ علیہ
ف۳: معروضۃ ۳۴۵ خامسۃ علیہ
ف۴: معروضۃ ۳۴۶ سادسۃ علیہ وعلی الفاضل الیمنی
ف۵: معروضۃ ۳۴۷ سابعۃ علیھما
ف۶: تطفل ۳۴۸ علی الامام الرازی والبیضاوی وابی السعود
ف۷: تطفل ۳۴۹ علی السروجی والبحر والشرنبلالی وش
ف۸: تعقیب المصنف علی الفتاوی الخیریۃ
ف۹: ان فی تقسیم الثانی بحسب الجلوس ویکون حکم القسم حکم القسم

على عدم قصد الفائدة بالفعل وهذه حقيقة متحصلة بنفسها وليس قصد المضر وعدم قصد من مقوماتها ولا مما يتوقف عليه وجودها كسبب وشرط فيعد من محصلاتها فاذن ليس قصد مضر الا من لواحقها ولوازمها ككون الجاور يكون حكما له لا لصاحبه الاترى ان البيع يحرم بشرط فاسد وبعد اذان الجمعة واذا سئلت عن حكم البيع قلت مشروع بالكتاب والسنة والاجماع الامة كما ذكره في غاية البيان وغيرها والصلاة تكره في ثياب الحرير للرجل وفي الارض المغصوبة ولا يمنعك ذلك ان تقول اذا سئلت عن حكمها ان الصلاة خير موضوع فمن استطاع ان يستكثر منها فليستكثر كما رواه الطبراني في الاوسط عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه عن المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم وبالجملة يؤاخذ على المعصية من حيث قصد الشر لا من حيث عدم قصد الخير وهو انما كانت عبثا من هذه الحيثية لا من تلك فليس الحظر حكم العبث اصلا۔ اسکا حکم وہی ہے جو بحوالہ غایہ سروجی و بحر الرائق وغنیہ و شرنبلالی و رد المحتار سے منقول ہوا کہ خلاف اولی ہے اور یہی مفاد درمختار ہے حیث قال کرہ عبثہ للنہی الا لحاجۃ ولا باس به خارج الصلاة اھ فان لا باس لما تركه اولى اور یہی وہ ہے جو **قول سوم** میں ارشاد ہوا کہ پانی میں اسراف نہ کرنا آداب سے ہے ایضا في الحلية في مسألة فرقعة الاصابع هل يكره خارج الصلاة ففي النوازل يكره والظاهر ان المراد كراهة تنزيه حيث لا يكون لغرض صحيح اما لغرض صحيح ولو اراحة الاصابع فلا اھ وفي تشبيكها بعد ذكر النهي عنه في الصلاة وفي السعي اليها والمنتظرها كتشبيكهم في الفرقعة مانصه ينبغي فيما وراء هذه الاحوال حيث لا يكون عبثا على الاباحة من غير كراهة وان كان على سبيل العبث يكره تنزيها اھ وتبعه فيهما ش والبحر في الاولى وزاد انه لما لم يكن فيها لخارجها نهي لم تكن تحريمية كما اسلفناه قريبا اقول ويرد عليه ما قدمناه ان لم يكن الدليل نهيا بل كان مفيدا للترك غير الجازم فهي تنزيهية اھ وعقب الثانية بقوله وقد قدمنا عن الهداية ان العبث خارج الصلاة حرام وحملناه على كراهة التحريم فينبغي ان يكون العبث خارجها لغير حاجة كذلك اھ **فاقول** دعوى كراهة التنزيه مبتنية على عدم الفرق بين خلاف الاولى وكراهة التنزيه وزعم ان ترك كل مستحب مكروه كما قدمنا في التنبيه الثالث عن الحلية ان المكروه تنزيها مرجعه خلاف الاولى والظاهر انهما متساويان وعن البحر ان التنزيه في رتبة المندوب وعن ش ان ترك المندوب مكروه تنزيها وقد علمت ما هو التحقيق وبالله التوفيق اما ما عقب به الثانية **فاقول اولا** العجب والغريب مع انه اسلف الان ان ليس خارجها نهي فلا تحريمية **وثانيا** حققنا ان كلام الهداية في القسم الاول من العبث فاجراؤه في الثاني غير سديد ہیں ہم اوپر بیان کر آئے کہ کراہت تنزیہی کے لیے بھی نہی و دلیل خاص کی حاجت ہے اور مطلقا کوئی فعل کبھی کسی فائدہ غیر معتد بہا کے لیے کرنے سے شرع میں کوئی نہی معروف ہے کہ کراہت تنزیہ ہو ہاں خلاف اولی ہونا ظاہر کہ ہر وقت اولی یہی ہے کہ انسان فائدہ معتد بہا کی طرف متوجہ ہو حدیث صحیح حسن من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ انسان کے اسلام کی خوبی سے ہے یہ بات کہ غیر مہم کام میں مشغول نہ ہو الٹی بات ترک کرے رواہ الترمذی وابن ماجۃ والبیہقی فی الشعب عن ابی ہریرۃ

والحاکم فی الکنی عن ابی بکر الصدیق وفی تاریخه عن علی المرتضی واحمد والطبرانی فی الکبیر عن السید ابن السید الحسین بن علی والشیرازی فی الالقاب عن ابی ذر والطبرانی فی الصغیر عن زید بن ثابت وابن عساکر عن الحارث بن ہشام رضی اللہ تعالی عنہم عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم حسنه النووی وصححه ابن عبد البر والہیثمی اقول اس کا مفاد بھی اوسیقدر کہ حسن اسلام سب محسنات سے ہے اور محسنات میں سب مستحسنات بھی نہ کہ ہر غیر مہم سے نہی ورنہ غیر مہم تو بیکار سے جبھی اہم ہے تو سوا اہمات کے سب زیر نہی آکر مباحات سراسر تفع ہو جائیں گے لاجرم امام ابن حجر مکی شرح اربعین نووی میں فرماتے ہیں الذی یعنی الانسان من الامور ما یتعلق بضرورۃ حیاته فی معاشه مما یشبعه من جوع ویرویه من عطش ویستر عورته ویعف فرجه ونحو ذلک مما یدفع الضرورۃ دون ما فیه تلذذ واستمتاع واستکثار وسلامته فی معاده اور ابن عطیہ مالکی کی شرح اربعین میں ہے مالا یعنیه ہو مالا تدعو الحاجة الیه مما لا یعود علیه منه نفع اخروی والذی یعنیه ما یدفع الضرورۃ دون ما فیه تلذذ وتنعم وقال الشیخ یوسف بن عمر مالا یعنیه ہو ما یخاف فیه فوات الاجر والذی یعنیه ہو الذی لا یخاف فیه فوات ذلک اھ مختصرا علامہ احمد بن حجازی کی شرح اربعین میں ہے الذی یعنی الانسان ما یتعلق بضرورۃ حیاته فی معاشه وسلامته فی معاده ومما لا یعنیه التوسع فی الدنیا وطلب المناصب والریاسة اھ ملخصا تیسیر میں ہے الذی یعنیه ما تعلق بضرورۃ حیاته فی معاشه دون ما زاد وقال الغزالی حد مالا یعنی ہو الذی لو ترک لم یفت به ثواب ولم ینجز به ضرر مرقاۃ میں ہے حقیقة مالا یعنیه مالا یحتاج الیه فی ضرورۃ دینه ودنیاه ولا ینفعه فی مرضاۃ مولاه بان یکون عیشه بدونه ممکنا وهو فی استقامة حاله بغیره متمکنا قال الغزالی وحد مالا یعنیک ان تتکلم بکل ما لو سکت عنه لم تأثم ولم تتضرر فی حال ولا مال ومثاله ان تجلس مع قوم فتحکی معهم اسفارک وما رایت فیها من جبال وانهار وما وقع لک من الوقائع وما استحسنته من الاطعمة والثیاب وما تعجبت منه من مشائخ البلاد ووقائعهم فهذه امور لو سکت عنها لم تأثم ولم تتضرر واذا بالغت فی الاجتهاد حتی لم یمتزج بحکایتک زیادۃ ولا نقصان ولا تزکیة نفس من حیث التفاخر بمشاهدۃ الاحوال العظیمة ولا اغتیاب لشخص ولا مذمة لشیئ مما خلقه اللہ تعالی فانت مع ذلک کله مضیع زمانک وانی تسلم من الآفات التی ذکرناها (ترتیب کے ساتھ:) مع ذلک کله مضیع زمانک ومحاسب علی عمل لسانک اذ تستبدل الذی هو ادنی بالذی هو خیر لانک لو صرفت زمان الکلام فی الذکر والفکر ربما ینفتح لک من نفحات رحمة اللہ تعالی ما یعظم جدواه ولو سبحت اللہ تعالی بنی لک بها قصر فی الجنة ومن قدر علی ان یاخذ کنزا من الکنوز فاخذ بدله مدرۃ لا ینتفع بها کان خاسرا خسرانا مبینا وهذا علی فرض السلامة من الوقوع فی کلام المعصیة وانی تسلم من الآفات التی ذکرناها خلاصہ ان سب نفیس کلاموں کا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اپنی امت کو لایعنی باتیں چھوڑنے کی طرف ارشاد فرماتے ہیں جتنی بات آدمی کے دین میں نافع اور ثواب الٰہی کی باعث ہو یا دنیا میں ضرورت کے لائق ہو جیسے بھوک پیاس کا ازالہ بدن ڈھانکنا پارسائی حاصل کرنا اوسیقدر اہم ہے اور اس سے زائد جو کچھ ہو جیسے دنیا کی لذتیں نعمتیں منصب یا ستین غرض

جملہ افعال واقوال واحوال جنکے بغیر زندگانی ممکن ہو اور اونکے ترک مین نہ ثواب کا فوت نہ اب یا آئندہ کسی ضرر کا خوف وہ سب لایعنی ومقابل
ترک ہین مثلاً لوگون کے سامنے اپنے سفر کی حکایتین کرے کہ مین نے اتنے شہر اور پہاڑ اور دریا دیکھے یہ یہ معاملے پیش آئے فلان فلان کھانے اور لباس
عمدہ پائے ایسے ایسے مشایخ سے ملنا ہوا یہ سب باتین اگر تو نہ بیان کرتا تو نہ گناہ تھا نہ ضرر ہوتا اور اگر تو کامل کوشش کرے کہ تیرے کلام مین اصلاً زیادت وقسمت
سے کچھ بھی نہ ہونے پائے نہ اس تفاخر سے نفس کی تعریف نکلے کہ ہمنے ایسے ایسے عظیم حال دیکھے نہ اونمین کسی شخص کی غیبت ہو نہ الله تعالے
کی پیدا کی ہوئی کسی چیز کی مذمت ہو تو اتنی احتیاطون کے بعد بھی اوس کلام کا حاصل یہ ہوگا کہ تو نے اوتنی دیر اپنا وقت ضائع کیا اور تیری زبان سے
اوس کا حساب ہوگا تو خیر کے عوض ادنے بات اختیار کر رہا ہے اسلیے کہ جتنی دیر تو نے یہ باتین کہین اگر اتنا وقت اللہ عزوجل کی یاد اور اوسکی
نعمتون صنعتون کی فکر مین صرف کرتا تو غالباً رحمت الٰہی کے فیوض سے تجھ پر وہ کھلتا جو بڑا نفع دیتا اور تسبیح الٰہی کرتا تو تیرے لیے جنت مین محل
چنا جاتا اور جو ایک خزانہ لے سکتا ہو وہ ایک ٹھیکرا ہی لینے پر بس کرے تو صریح زیانکار ہوا اور یہ سب بھی اوس تقدیر پر ہے کہ کلام معصیت سے بچ جائے
اور وہ آفتین جو ہمنے ذکر کین اونسے بچنا کہان ہوتا ہے۔ ظاہر ہوا کہ لایعنی جملہ مباحات کو شامل ہے نہ کہ مطلقاً مکروہ ہو ہان مثلاً چار بار پانی
ڈالنے کی عادت کرلے تو غالباً اسپر باعث نہ ہوگا مگر وسوسہ اور کم از کم اتنا ضرور ہوگا کہ دیکھنے والے اوسے موسوس جانینگے اور بلا ضرورت مواضع
محل تہمت مین پڑنا ضرور مکروہ ہے فیذکر عنہ صلے اللہ تعالی علیہ وسلم من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلا یقفن مواقف التھم وفی الباب
عن امیر المؤمنین الفاروق رضی اللہ تعالی عنہ ۔ یہ منشأ **اقول دوم** ہے بالجملہ **حاصل حکم** یہ نکلا کہ بے حاجت یا دت اگر باعتقاد سنیت
ہے مطلقاً ناجائز وگناہ ہے اگرچہ دریا مین ہو اور اگر پانی ضائع جائے تو جب بھی مطلقاً ممنوع ومکروہ تحریمی اگرچہ اعتقاد سنیت ہو اور اگر نہ فساد عقیدت
نہ اضاعت تو خلاف ادب ہے مگر عادت کرلے تو مکروہ تنزیہی یہ ہے بحمد اللہ تعالی فقہ جامع وفکر نافع وہ کہ بلغ ونور بازغ وکمال توفیق وجمال تطبیق
وحسن تحقیق وسطر تدقیق وباللہ التوفیق والحمد للہ رب العلمین **اقول** اس تنقیح جلیل سے چند فائدے روشن ہوئے **اولاً** اصل حکم وہی ہے
جو امام محرر المذہب رضی اللہ تعالی عنہ نے کتاب اصل مین ارشاد فرمایا کہ بقیہ احکام کے مناط عقیدت اضاعت عادت ہین اور وہ نفس فعل سے
زائد نفی نفسہ اوسکا حکم اوسیقدر کہ قول سوم مین مذکور ہوا **ثانیاً** دوم وسوم مین اوس یادت کو اسراف سے تعبیر فرمانا محض بنظر صورت ہے ورنہ
جب معصیت اضاعت تو حقیقت اسراف نہار نہین **ثالثاً** دربارۂ زیادت منع واجازت مین عادت ندرت کو دخل نہین کہ فساد عقیدت
یا پانی کی اضاعت ہو تو ایکبار بھی جائز نہین اور ان دونون سے بری ہو تو بارہا بھی گناہ ومعصیت نہین کراہت تنزیہی جدا بات ہے ہان بارہا
نقص تفصیل ہے کہ بے ضرورت تین بار سے کم دھونے کی عادت مکروہ تحریمی اور احیاناً ہو تو بے فساد عقیدت صرف مکروہ تنزیہی ورنہ تحریمی
کہ تثلیث سنت مؤکدہ ہے اور سنت مؤکدہ کے ترک کا یہی حکم بخلاف یادت کہ ترک تثلیث نہین بلکہ تثلیث پوری کرکے زیادت ہے وبہ ظہر
ضعف ما عن العلامۃ ش فی التنبیہ الخامس من التوفیق بین نفی البدا ثم الکراھۃ ای التحریمیۃ عن الزیادۃ علی الثلاث
والنقص عنھا عند عدم الاعتقاد مع اشعار الفتح وغیرہ بثبوتھا اذا زاد او نقص لغیر حاجۃ بان محل الاول اذا فعلہ مرۃ

حدیث وائمہ کی جلیل نصیحت۔ لایعنی باتون کامون کے ترک کی ہدایت۔ اور لایعنی کے معنے کا بیان

والثانی علی الاعتیاد فهذا مسلم فی النقص ممنوع فی الزیادة لما علمت اما الاستناد الی مفهوم تفریع الفتح وغیره المار ثمه وقد تمسک به ایضا العلامة ش علی ان کراهة الاسراف کراهة تحریم حیث قال اقول یأثم بالاسراف ولو اعتقد سنیة الثلاث فقط فلذا قالوا فی المفهوم (ای بیان مفهوم قوله فی الحدیث محمول علی الاعتقاد) حتی لو رأی سنیة العدد وزاد لقصد الوضوء علی الوضوء او لطمانینة القلب او نقص لحاجة لاباس به (ای بالاعتقاد وان لو زاد بلا غرض کان فیه باس) ولو کان کما ذکر (ان لاباس الا فی الاعتقاد) لا تکره الزیادة مطلقا ام مزید انما بین الاهانة وهذا هو منع کلام ش بیدانه حمله علی التعود والملتقط اقول الاطلاق مستند الی ما علمت اما تفصیل ش ان الاسراف یکره تنزیها ان وقع احیانا وتحریما ان تعود فلا اعلم من صرح به وکانه اخذه من جعل النهر ترکه سنة مؤکدة مع حمل الکراهة علی التحریم فاقول هم انفسهم فی ابانة للمفهوم وشرح لو طهم الحکم بالاعتقاد فذکروا تصویرا لا یکون فیه الزیادة والنقص لاجل الاعتقاد بل لغرض اخر لان العاقل لابد لفعله من غرض فاذا لم یکن للشیء علی ما اعتقد فلیکن ما ذکروا فلا یدل علی ادارة الامر علی هذا التصویر ولا الخالف الشرح المشروح فان المشروح ناطه بالاعتقاد وصرح ان لو زاد او نقص واعتقد ان الثلاث سنة لا یلحقه الوعید کما تقدم عن البدائع وهذا ینوطه بشیء اخر غیره و بالجملة لانسلم ان لشرح المفهوم مفهوما اخر وان سلم فمفهوم معارض لمنطوق البدائع وغیرها والمنطوق مقدم فافهم

رابعا جبکہ حدیث نے بے قید حال ومکان زیادت ونقص پر حکم اساءت وظلم وتعدی ارشاد فرمایا اور زیادت میں تعدی خاص مکان ضاعت میں ہے اور نقص میں خاص بحال عادت لہذا ہمارے علمائے کرام رحمہم اللہ تعالٰی نے حدیث کو ایک منشاء ونیت یعنی اعتقاد سنیت پر حمل فرمایا جس سے بے قید حال ومکان مطلقاً حکم تعدی واساءت ہو خامسا بدائع وغیرہ کی تصریح کہ اگر بے اعتقاد سنیت نقص وزیادت ہو تو وعید نہیں صحیح ونجیح ہے کہ عادت نقص یا اضاعت زیادت میں لحوق وعید اس ضم ضمیمہ پر ہے تو فعل بجائے خود اپنے منشاء وغایت مقصد ونیت میں خود سے پاک ہے کما علمت هکذا ینبغی التحقیق والله تعالی ولی التوفیق الحمد لله اس مرتجم اعنی حکم اسراف آب کا بیان ایسی وجہ جلیل وجمیل پر واقع ہوا کہ خود ہی ایک مستقل نفیس رسالہ ہونے اور تاریخی نام **برکات السماء فی حکم اسراف الماء** رکھنے کے قابل والحمد لله علی نعمه الجلائل وصلی الله تعالی علی سیدنا الاواخر والاوائل وآله وصحبه الکرام الافاضل

فائدہ مہمہ وضو میں پانی زیادہ نہ خرچ ہونے کے لیے چند امور کا لحاظ رکھیں (۱) وضو دیکھ دیکھ کر ہوشیاری واحتیاط کے ساتھ کریں عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ وضو بہت جلد کرنا چاہیے اور اسی معنے پر کہتے ہیں کہ وضو جوانوں کا سا اور نماز بوڑھوں کی سی یہ غلط ہے بلکہ وضو میں بھی درنگ وترک عجلت مطلوب ہے کما صرح بہ فی الشامی شمار آداب وضو میں ہے والتأنی علمگیریہ میں معراج الدرایہ سے ہے لایستعجل فی الوضوء **اقول** ظاہر ہے کہ جس شی کے لیے شرع نے ایک حد باندھی ہے کہ اوس سے نہ کمی چاہیے نہ بیشی تو اوس فعل کو باحتیاط بجالانے ہی میں حد کا میلان نہ ہو سکیگا کہ لپ جھپ تاپ شتاپ میں (۲) بعض لوگ چلو لینے میں پانی ایسا ڈالتے ہیں کہ ابل جاتا ہے حالانکہ جو گرا بیکار گیا اس سے احتیاط چاہیے